پیشوا انٹرنیشنل

اردو زبان میں لندن سے شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد 5۔شمارہ 2۔اپریل تا جون 2018ء۔زیرادارت رانا محمد حسن خاں

2 London Road, SM4 5BQ Morden-Surrey - Tel: 020 3674 7909, Mobil e: 077 9299 8973

peshwaltd@gmail.com , www.peshwa.co.uk

RH DREAM EVENTS LIMITED

TEL: 020 3674 7909 MOB: 077 9299 8973

- Venue Hire
- Decoration
- Catering
- Cutlery & Crockery
- Service Staff

BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER

Package Price

- Event Management
- Cinematic Videography
- Photography
- DJ-Dhoolchi
- Chauffeur Service

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)
Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چیف ایڈیٹر　رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید　**مارکیٹنگ مینیجر** رانا عبدالصمد خاں　**سرورق** محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر۔ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیات قرآن الحکیم۔حدیث النبیؐ۔مشعل راہ (" نہ مسلمانوں کی جماعت ہونہ امام تو پھر؟")	2
اداریہ "مذہب اور جذبہ حب الوطنی"	3
جنونیت کا آتشیں گولا	6
رمضان المبارک۔روحانی موسم بہار کی آمد اور استفادہ کے طریق	7
عیدالفطر مسلمانوں کا پروقار سنجیدہ تہوار	11
مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط 5)	13
قراردادِ پاکستان سے نئے پاکستان تک	18
حوروں کا لذت آمیز بیان	20
سیاسی جماعتوں کے غیر جمہوری رویے	21
تاریخ ختم نبوت تحریک تاریخ کے آئینے میں	22
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا محبوب شہر "مدینہ منورہ"	24
"ہم مٹی کے پتلے ضرور ہیں، گھگھو گھوڑے تو نہیں"	27
"چھوڑ و غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے"	30
"پاک سرزمین کا نظام"	33
ہومیو پیتھک نسخہ جات (معدہ کی بیماریاں)	36
شمائل نبوی ﷺ (قسط 2)	38
آوارگانِ دشتِ خار (قسط 14)	41
عید کی خوشیاں محروم افراد کے ساتھ	44
"ہم کہ ٹھہرے اجنبی"	46
شعر و شاعری: مولانا ذوالفقار علی خان گوہرؔ۔جمیل مرصع پوری	48
فیض احمد فیضؔ۔امتہ الباری ناصر صاحبہ۔انور مرزا پوری۔ سلیم بیتاب۔چوہدری محمد علی مضطرؔ	50
باتبصرہ خبریں: مذہبی نفرت۔چوہدری نثار لوٹا ہے؟	51
ووٹ دینا حرام ہے؟	52

☆☆☆

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

2.London road Morden Surrey SM4 5BQ. UK

Tel.020.36747909. E-mail. peshwaltd@gmail.com

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ ... سالانہ ممبر شپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ یورپ 18 یورو آسٹریلیا و امریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

آیات قرآن الحکیم

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ ۔فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُواْ لِي وَلاَ تَكْفُرُونِ ۔

جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں سے رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور (اس کی) حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جن کا تمہیں پہلے کچھ علم نہ تھا۔ پس میرا ذکر کیا کرو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔ اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ (سورۃ البقرہ۔ آیات ۱۵۲،۱۵۳)

حدیث النبی ﷺ

حضرت معاویہ بن قرۃؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب اہل شام میں خرابی پیدا ہوگی تو تم میں کوئی بہتری نہ ہوگی۔ میری اُمّت میں سے ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا، قیام قیامت تک کوئی ذلیل کرنے والا اُن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (محمد بن اسماعیل کہتے ہیں، علی بن مدینی نے فرمایا وہ محدثین کا گروہ ہوگا اس باب میں عبداللہ بن حوالہ، ابن عمر، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی روایت مذکور ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے) (ترمذی۔ جلد۲۔ ابواب فتن۔ حدیث ۶۹)

مشعل راہ۔ ’’نہ مسلمانوں کی جماعت ہو نہ امام تو پھر؟‘‘

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ آنحضرت ﷺ سے خیر کی باتیں پوچھا کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شرّ کے بارے میں تحقیق کیا کرتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے لاعلمی کی وجہ سے پہنچ جائے، فرماتے ہیں، میں نے (ایک دفعہ) عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم جاہلیت اور شر میں پھنسے ہوئے تھے، حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بدولت، ہمارے پاس یہ خیر بھیج دی (یعنی اسلام) تو کیا اِس خیر کے بعد بھی کوئی شرّ ہو گا؟ فرمایا: ہاں، میں نے کہا اور اُس شرّ کے بعد کوئی خیر ہوگی؟ فرمایا: ہاں، مگر اُس میں کدورت ہوگی، میں نے کہا کدورت کیا ہوگی؟ فرمایا کچھ لوگ ہوں گے جو میری سُنّت کے بجائے دوسری چیزوں کی تلقین کریں گے، ان میں نیک و بد کی آمیزش ہوگی، میں نے کہا اچھا اِس خیر کے بعد بھی کوئی شرّ ہوگا؟ فرمایا: ہاں! جہنم کے دروازوں پر بُلانے والے ہوں گے جو اُن کی دعوت پر لبیک کہے گا، اُسے جہنّم جھونک دیں گے، میں نے کہا یا رسول اللہ! ذرا اُن کا حال تو بیان فرمائیے، فرمایا وہ ہماری ہی قوم سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے۔ میں نے عرض کیا، اگر یہ بُرا وقت مجھ پر آجائے تو آپ ﷺ مجھے کیا ہدایت فرماتے ہیں، فرمایا! مسلمانوں کی جماعت اور اُن کے امام سے چمٹے رہنا، میں نے کہا اگر اس وقت **نہ مسلمانوں کی جماعت ہو نہ امام تو پھر؟** فرمایا: پھر ان تمام فرقوں سے الگ رہو خواہ تمہیں کسی درخت کی جڑ میں جگہ بنانا پڑے، حتیٰ کہ اسی حالت میں تمہاری موت آجائے۔‘‘ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۱، بخاری کتاب الفتن جلد ۸ صفحہ ۳۴۴ حدیث نمبر ۷۰۸۴)

اداریہ

مذہب اور جذبہ حُبّ الوطنی

مذہب اور سیاست دونوں نئے نئے نعرے رٹتے ہیں | کوکھ میں ماؤں کے سوتے بچے کٹتے ہیں

دنیا کا ہر شخص اپنے مذہب اور وطن سے محبت کرتا ہے۔ مذہب اور وطن سے لوگوں کی بے انتہا محبت اور عقیدت سے ریاست اور مذہبی راہبر بھر پور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مذاہب کا آغاز سچائی اور انسانیت کے حقیقی قیام کے لیے ہی تھا۔ مگر بانیان مذاہب کے اس دنیا سے گزر جانے کے بعد بتدریج ان کی تعلیمات سے انحراف، انہیں پھر سے اسی گرے ہوئے مقام پر لے آیا، جس مقام سے بانیان مذاہب نے انہیں نکال کر عظمت سے ہمکنار کیا تھا۔ اقوام عالم میں ایسی کوئی قوم نہیں ہے جس کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث نہ فرمایا ہو۔ اور کوئی بھی ایسی قوم نہیں ہے جو انبیاء کی بعثت سے پہلے اور ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد گمراہی میں مبتلا نہ ہوئی ہو۔

انبیاء علیہ السلام کی سیدھی سادھی امن وسکون دینے والی تعلیمات کو بد رسومات کے ایسے بل دیے جاتے ہیں کہ انسانیت کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ مذہب کے نام پر جتنا خون بہایا جا چکا ہے اتنا کسی دوسرے معاملے میں نہیں بہایا گیا۔ اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ گزشتہ تین دہائیوں میں کروڑوں لوگ خود ساختہ مذاہب اور عقائد کے نام پر موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں اور آئندہ اربوں افراد کے مرنے کا امکان واضح ہوتا چلا جا رہا ہے۔

مذاہب کی زندگی میں آنے والی کالی رات کا باعث ایسے مذہبی نام نہاد راہنما ہوتے ہیں جو مذاہب کو اپنے ذاتی جاہ وحشمت کو قائم رکھنے کے لیے ہائی جیک کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ پیٹ بھرائی کے لیے مذاہب میں ناقابل برداشت رسوم وقیود شامل کر کے عوام الناس کے لیے ایسی دیواریں کھڑی کر دیتے ہیں جنھیں عبور کرنا انسانوں کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان ان دیواروں سے صرف سر ٹکرا سکتا ہے، انہیں گرا نہیں سکتا۔ یہ مذہبی نام نہاد علماء ہی ہوتے ہیں جو حکمرانوں کو عوامی حمایت کے لیے مذہب اور جذبہ حب الوطنی کی آڑ میں فائدہ اٹھانے کے گر بتا کر حکمرانوں کی آنکھ کا تارا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ جاہل عوام جو ان نام نہاد علماء کی صورت اور بدصورت سیرت کو مذہب سمجھ رہی ہوتی ہے وہ ان کے دھوکے میں آ کر حکمرانوں اور نام نہاد مذہبی ٹھیکیداروں کی مذموم خواہشات کو پورا کرنے کے لیے خود کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ فاتح مسلمان سلاطین جو عقلمندی، بہادری اور رواداری جیسی انمول خصوصیات کے ساتھ مفتوح قوموں کا دل موہ لینے کی خوبی رکھتے تھے کو ان نام نہاد مذہبی ٹھیکیداروں نے ہمیشہ یہی مشورہ دیا کہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی جائے، انکار کی صورت میں قتل کر دیا جائے۔ علاؤالدین دین خلجی کو نام نہاد علماء نے انبیاء علیہ السلام کے شرف وعزت کے نظارے نجانے کسی جوش سے کروائے کہ وہی علاؤالدین جو ہندو قوم پر حکمران تھا، نبی بننے کے متعلق علماء سے مشورے لینے لگا۔ اکبر جیسے رواداری کے پیکر کو علماء نے خود ہی گمراہ کر کے دین الٰہی کی حمایت کی اور اکبر کو کافر بھی قرار دے دیا۔ قوم پرستی نے ہی سکندر کو ہندوستان پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی۔ اس نے یونان کے بہادر نوجوانوں کو عظیم سمجھے جانے والے دیوی دیوتاؤں کی عظمت کے ترانے گا کر اور حب لوطنی پر پر جوش لیکچر دے کر ہی دیگر اقوام کے امن کو برباد کیا اور اپنی قوم کے بیٹوں کو دیوی دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا دیا۔ علاء الدین خلجی اور تیمور بھی خود کو سکندر ثانی سمجھ کر دنیا کا امن غارت کرتے رہے، تیمور تو کہا کرتا تھا کہ آسمان پر حکومت اللہ کی اور زمین پر صرف ایک حکمران تیمور ہونا چاہیے۔ مذہب اور حب الوطنی کی آڑ میں مفاد پرست ٹولہ عوام الناس کے جذبات بھڑکا کر آخرت کے حسین خواب دکھا کر انہیں قتل وغارت پر آمادہ کر کے ان سے دنیا کی حسین جنت ہی نہیں چھینتا بلکہ آخرت میں بھی ذلیل ورسوا کرنے کا سامان کر دیتا ہے۔ شہادت کے انعام جنت اور جنت کی حوروں کے حسن وجمال کی تبلیغ بھی ایک کامیاب ہتھیار بن گیا ہے۔

یہ وہم سا ہوتا ہے مجھے دیکھ کے ان کو | سیرت کا خدا اور ہے صورت کا خدا اور

معزز قارئین! علماءِ سُو آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کا ذکر تو کرتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو جبکہ تم کتاب بھی پڑھتے ہو، آخر تم عقل کیوں نہیں کرتے ہو؟ (سورۃ البقرۃ آیت ۴۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ (سورۃ الصّف آیت ۳)

كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔

اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔ (سورۃ الصّف آیت ۴)

افضل الکتاب قرآن مجید مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی تھی۔ قرآنی تعلیمات کی مکمل تفسیر آنجناب ؐ کی ذات اقدس تھی۔ آپ ﷺ کی سیرت کا بغور مطالعہ کر کے اور اسے اپنی زندگیوں پر نافذ کر کے نا صرف روحانی ترقی کے بلکہ دنیاوی ترقیات کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں۔ نام نہاد مذہبی ٹھیکیدار لہک لہک کر اور جذباتی انداز میں قرآن کریم اور سیرت حضرت محمد ﷺ سناتے ہیں مگر ان کا اپنا عمل شیطان کی یاد دلاتا ہے۔ اگر ہم اس اہم معاملے کے ثبوت کے طور پر پاکستان میں جاری قتل و غارت کو دیکھیں تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ مذہب اور جذبہ حب الوطنی کے زیر اثر صرف عام لوگ ہی ہیں۔ مذہب کے لیے اور وطن کے لیے جان قربان کرنے کی تبلیغ کرنے والے تو بڑے زندگی کے بھرپور مزے لینے کے باعث دمک رہے ہیں۔ کسی نام نہاد پاکباز کا بچہ مدرسہ میں مذہبی اور عسکری تربیت لینا گوارا نہیں کرتا، اس کے برعکس ان کے بچے اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور خوشحالی کی زندگی گزارتے ہیں۔ افواج پاکستان میں بھی یہ لوگ اپنے بچے نہیں بھیجتے۔ امریکہ اور یورپ کو دشمن کہہ کر عوام کو ان کے خلاف لڑ مرنے کی تبلیغ کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو انہیں ممالک میں پڑھنے کے لیے بھیجتے ہیں اور انہیں وہیں مستقل سکونت اختیار کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔ مادر وطن پر جان نثار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ شہید قرار دیتا ہے۔ ہمارے وطن میں اس اعلیٰ مقام کا لالچ دے کر عام لوگوں کو اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس کھیل میں جنرل، سیاستدان اور مذہبی راہنما اہم کھلاڑی ہیں۔

پاکستانی جنرل، سیاستدان اور مذہبی راہنما گزشتہ دہائی سے اب تک ایک لاکھ سے زائد فوجیوں اور شہریوں کو مذہب اور حب الوطنی کے نام پر قربان کر کے ان کے گلے میں شہید کا میڈل اور پسماندگان کے ہاتھوں میں کشکول تھما چکے ہیں۔ شہید جیسا اعلیٰ مقام بھی پاکستانیوں نے مذاق بنا ڈالا ہے۔ دہشت گردوں کے ہاتھوں مرنے والے فوجی بھی شہید، فوج کے ہاتھوں مرنے والے دہشت گرد بھی شہید، لطف کی بات یہ ہے کہ فوج کے ہاتھوں مرنے والے کتے بھی شہید، پھانسی لگنے والے بھٹو بھی شہید اور جل کر خاک ہونے والے آمر بھی شہید، ممتاز قادری جیسے بدنام قاتل بھی شہید اور دوران فساد مرنے والے بلوائی بھی شہید کہلاتے ہیں۔ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے کرداروں کے خلاف دوران احتجاج مرنے والے بھی شہید ہی کہلاتے ہیں۔ احراری شہید، دیوبندی شہید، بریلوی شہید، ختم نبوت تحریک، عوامی تحریک، لبیک تحریک اور دیگر تحریکات کے شہیدوں کی بھی ایک لمبی فہرست موجود ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں شہیدوں کی موجودگی کے باوجود قوم کی بدحالی اور اخلاقی پستی ثابت کرتی ہے کہ مذہبی لیڈروں، سیاستدانوں اور فوجی جرنیلوں نے مذہب کی آڑ میں عوام کے جذبہ حب الوطنی سے فائدہ اٹھا کر عوام سے غداری کی ہے۔ وہ قوم جو ماضی کے سچے جھوٹے سحر میں گرفتار ہو کر اچھے مستقبل کے صرف خواب دیکھتی ہے اس کا حال جہالت اور غربت میں غرق ہو کر جہنم بن جاتا ہے۔ آج کا مسلمان بھی شاندار ماضی کے گن گاتا ہے، حال کے طاقتوروں اور جدید علوم کو گالیاں دیتا ہے اور یہ امید بھی رکھتا ہے کہ مستقبل میں آنے والا المسیح کافروں کو ہلاک کر دے گا اور اتنے خزانے بانٹے گا کہ آخر اس خزانہ کو لینے والا نہ ملے گا۔ عصر حاضر کے ایسی ہی ظالمانہ سوچ رکھنے والے انسانوں کے متعلق شاید قومی ترانہ کے خالق حفیظ جالندھری نے کہا ہے

جس نے اس دَور کے انسان کیے ہیں پیدا　　　وہی میرا بھی خدا ہو مجھے منظور نہیں

کم و بیش ایک سو پینتیس برس قبل مولانا الطاف حسین حالی نے ایک مسدس میں مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ کچھ یوں کھینچا تھا:

نہ ثروت رہی ان کی قائم نہ عزت　　　گئے چھوڑ ساتھ ان کا اقبال اور دولت
ہوئے علم و فن ان سے ایک ایک رخصت　　　مٹی خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت
رہا دین باقی نہ اسلام باقی　　　اک اسلام کا رہ گیا نام باقی
تنزّل نے کی ہے بُری گت ہماری　　　بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گزری دنیا سے عزت ہماری　　　نہیں کچھ اُبھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک اُمید کے ہم سہارے　　　توقع پہ جنّت کے جیتے ہیں سارے

مسلمانوں نے اس حقائق نامہ کو پڑھ کر اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینے کی بجائے اس مسدس کو بھی گا گا کر اور رو رو کر پیٹ بھرائی کا ذریعہ بنا لیا، اور مولانا حالی کو کسی نے کافر کہا اور کسی نے مولانا کی تعریف و ستائش میں زمیں و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ جو کرنے کا کام تھا اس کی طرف آج تک توجہ نہیں دی گئی۔ جب اقبال نے کہا ''مذہب نہیں سکھا تا آپس میں بیر رکھنا'' مسلمانوں نے انہیں شاعر مشرق بنا دیا اور عمل الٹا کرنے لگے۔ دیکھ لیجیے آج اقبال کے اشعار کے مبلغ پاکستان کے گلی کوچوں میں حشرات کی طرح پھیلے ہوئے ہیں اور مسلمان اخلاقی گراوٹ کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ حکمرانوں، جرنیلوں اور نام نہاد مولویوں کے سامنے عوام کی حالت میت سے بھی بدتر ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام نامی میت خراب ہوگئی ہے جس کی وجہ سے غسال بھی اس میت سے کنی کتراتے ہیں۔ ورنہ میت کا یہ حق ہوتا ہے کہ اسکی تدفین کم از کم احسن طریق پر ہو۔ مولوی، جرنیل اور سیاستدان ان میتوں کو مذہب اور حب الوطنی کے نام پر گڑھوں میں پھینک رہے ہیں۔

خُدا پرست کے تیور ہی اَور ہوتے ہیں　　　خطا معاف ، وہ جوہر ہی اَور ہوتے ہیں

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔ پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگر ان کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تا کہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔ اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ادارہ پیشوا بلا تفریق مذہب و ملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔ سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔ آپ کے کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر غور بھی کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ (ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل)

’’سلطان محمد بن تغلق، انصاف اور نماز‘‘

ابن بطوطہ لکھتا ہے: ’’ایک مرتبہ سلطان محمد بن تغلق کے خلاف ایک ہندو نے عدالت میں استغاثہ کیا کہ بادشاہ نے اس کے لڑکے کو بے وجہ مارا ہے۔ قاضی نے بادشاہ کو مدعا علیہ کی حیثیت سے عدالت میں طلب کیا اور مقدمہ کی سماعت کی۔ آخر یہ فیصلہ کیا کہ بادشاہ پر جرم ثابت ہے اور اس سے بدلہ لیا جائے۔ سلطان محمد بن تغلق نے بے چون و چرا عدالت کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم سرکر دیا۔ میں نے دیکھا کہ بادشاہ نے عدالت کے فیصلہ کے مطابق ہندوزادہ کو دربار میں بلایا اور اس کے ہاتھ میں چھڑی دے کر کہا کہ لے مجھ سے بدلہ لے لے۔ مزید برآں لڑکے کو اپنے سر کی قسم دے کر کہا کہ جس طرح میں نے تجھ کو مارا ہے تُو بھی مجھے اسی طرح مار۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ اب لڑکے نے بادشاہ کے اکیس چھڑیاں ماریں یہاں تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ کی ٹوپی بھی سر سے گر گئی۔‘‘ (سفرنامہ ابن بطوطہ۔ جلد۲ صفحہ ۱۰۳)

مندرجہ بالا واقع لکھنے کے بعد ابن بطوطہ، سلطان محمد بن تغلق کی ایک اور خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

’’بادشاہ نماز کے بارے میں بہت تاکید کرتا تھا۔ اس کا حکم تھا کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھے اسے سزا دی جائے۔ ایک روز اس نے نو آدمی اس بات پر قتل کر ڈالے، ان میں سے ایک مطرب بھی تھا۔ اس کام پر بہت سے آدمی لگائے ہوئے تھے کہ جماعت کے وقت جو شخص بازار میں مل جائے اسے پکڑ لاؤ۔ حکم تھا کہ ہر شخص فرائض نماز و شرائط اسلام سیکھے۔ لوگوں سے سوال کیے جاتے تھے اور اگر کوئی اچھی طرح سے جواب نہیں دے سکتا تھا تو سزا ملتی تھی۔‘‘

(سفرنامہ ابن بطوطہ۔ مترجم رئیس احمد جعفری۔ ناشر نفیس اکیڈمی کراچی۔ طبع پنجم دسمبر ۱۹۸۶ء۔ (حصہ اول و دوم) جلد۲ صفحہ ۱۰۳)

جنونیت کا آتشیں گولا

گزشتہ دنوں سیالکوٹ میں واقع ایک سو برس قبل تعمیر ہونے والی تاریخی احمدیہ مسجد اور ملحقہ مکان کو مذہبی جنونیوں کے ہاتھوں مسمار کیے جانے والے واقع کی ویڈیو دیکھ کر بے اختیار دل نے کہا ہے کہ یہ شیطانی عمل ہے۔ پاکستان کی یہ بدقسمتی ہے کہ ساری قوم اس طرح کے شیطانی اعمال میں مذہبی دہشت گردوں کے ساتھ شامل ہوتی ہے یا خاموش رہ کر ان جنونیوں کا حوصلہ بڑھاتی ہے، ان کی گونگی شرافت کو زبان تب ملتی ہے جب جنونیت کا آتشیں گولا ان کے گھر پر گر کر اہل خانہ کو جلاتا ہے، چند دن بعد یہ پھر گونگے بن جاتے ہیں۔ منتظمین پیشوا انٹرنیشنل اس المناک واقع کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور حکومت وقت سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ قصورواروں کو سخت سزا دی جائے اور آئندہ ایسے منحوس واقعات کی روک تھام کے لیے سخت قوانین بنائے جائیں اور سختی سے ان پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان المبارک۔روحانی موسم بہار کی آمد اور استفادہ کے طریق

تحریر: سید ابن علی ڈیٹرائٹ امریکہ

ہمارے پیارے آقا سرور کائنات آنحضرت ﷺ نے رمضان المبارک کی عظمت وشان کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے:۔

''اے لوگو! تم پر ایک بڑی عظمت اور شان والا مہینہ سایہ کرنے والا ہے یہ ایسا برکتوں والا مہینہ ہے جس میں ایک ایسی رات بھی آتی ہے جو ثواب و فضیلت کے لحاظ سے، ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی رات کی عبادت کو نفل ٹھہرایا ہے......

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ''یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ ہمدردی و غمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزول رحمت ہے اور جس کا درمیانی حصہ مغفرت کا وقت ہے اور جس کا آخر آگ سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔''

بخاری و مسلم کتاب الصوم میں یہ روایت بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے، آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

رمضان میں شیطان کو جکڑ دیے جانے سے مراد ہے کہ مومن شیطان کی باتوں اور اس کے بہکاوے میں نہیں آتے بلکہ ہر ممکن یہی کوشش اُن کی ہوتی ہے کہ بس ان کا رب ان سے راضی ہو جائے۔

ترمذی کی حدیث میں ایک روایت یوں بھی آتی ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ اے بھلائی کے چاہنے والے آ اور آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے! رک جا! اور اللہ کے لئے بہت سے لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں اور یہ رمضان کی ہر ایک رات کو ایسا ہی ہوتا ہے۔''

رمضان کی برکت کے ضمن میں یہ حدیث بھی آتی ہے کہ ''جب رمضان سلامتی سے گزر جائے تو سمجھو کہ سارا سال سلامت ہے۔''

(دار قطنی بحوالہ جامع الصغیر (تحفۃ الصیام صفحہ 35)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:۔

''رمضان کی آمد اور استقبال کی تیاریاں جنت میں رمضان کے بعد سے لے کر اس کے دوبارہ آنے تک پورا سال ہوتی رہتی ہیں۔اور جنت خوب سجائی جاتی ہے۔'' (تحفۃ الصیام صفحہ 35)

ہر شخص کو حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے کہ وہ رمضان المبارک میں اپنی ساری نمازیں باجماعت ہی پڑھے کیونکہ نماز باجماعت اکیلی نماز سے کہیں زیادہ ثواب ہے۔کنز العمال میں ایک حدیث سے نماز باجماعت کی برکات میں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مَنْ صَلّٰی مِنْ اَوَّلِ شَهْرِ رَمَضَانَ اِلٰی آخِرِهٖ فِیْ جَمَاعَةٍ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظٍّ مِّنْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۔یعنی ''جس نے ماہ رمضان کے شروع سے آخر تک تمام نمازیں باجماعت ادا کیں تو اس نے لیلۃ القدر کا بہت بڑا حصہ پا لیا۔'' (منتخب احادیث صفحہ 153)

رمضان المبارک کا قرآن کریم کے ساتھ بھی بہت گہرا تعلق ہے یہ بابرکت مہینہ ان ایام کی یاد دلاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی ہادی کامل حضرت خاتم النبیین ﷺ پر قرآن شریف نازل فرمایا۔قرآن کریم کی سورۃ البقرۃ میں یہ اس طرح بیان ہوا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ کہ رمضان کا مہینہ ہی تھا جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا 'قیامت کے دن روزے اور قرآن بندے کے لئے شفاعت کریں گے روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس شخص کو دن کے وقت کھانے پینے سے روکا۔ (اور یہ رک گیا) پس میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔اور قرآن کہے گا کہ اے میرے رب میں نے اس شخص کو رات کو سونے سے روک دیا تھا۔(یہ راتوں کو اٹھ کر قرآن پڑھتا تھا۔یا تہجد میں تلاوت کرتا تھا) پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔پس ان دونوں کی یہ سفارش قبول کی جائے گی۔'

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ (الاعراف 7:205) یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:۔
جو لوگ خدا تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں (یعنی مسجد میں) اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید پڑھتے ہیں تلاوت کرتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کو پڑھاتے یعنی درس دیتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی سکینت نازل ہوتی ہے، خدا تعالیٰ کی رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور خدا تعالیٰ کے فرشتے انہیں اپنے پروں کے نیچے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کا ان کے سامنے ذکر کرتے ہیں جو خدا کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔'' (ریاض الصالحین)

پس خود بھی قرآن پڑھیں۔ گھر والوں کو بھی قرآن پڑھنے کی ترغیب دیں۔

دین اسلام کے پانچ ارکان ہیں اور ان میں سے ایک روزہ ہے۔ روزہ ہر مسلمان بالغ و عاقل مرد و عورت پر فرض ہے، اور روزوں کی فرضیت مدینہ میں 2ھ میں ہوئی۔ اگرچہ اسلام سے قبل مختلف مذاہب میں روزے کے احکامات موجود تھے مگر ''روزہ کی عبادت'' کامل شکل میں پہلی دفعہ مسلمانوں ہی میں رائج ہوئی ہے۔ اور قرآن کریم میں روزوں کی غرض و غایت ''لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'' کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے تا کہ انسان روحانی اور اخلاقی گراوٹوں اور کمزوریوں سے بچ سکے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ ''روزے ڈھال ہیں پس روزہ کی حالت میں نہ کوئی شہوانی بات کرے نہ جہالت اور نادانی کرے اور اگر کوئی اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو وہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں۔ میں روزہ دار ہوں۔'' (بخاری کتاب الصوم)

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ 'صُوْمُوْا تَصِحُّوْا'' ''تم روزے رکھا کرو صحت مند رہو گے۔'' (تحفۃ الصیام صفحہ 42)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: من افطر یوما من شھر رمضان من غیر رخصة ولا مرض فلا یقضیه صیام الدھر کله ولو صام الدھر. (مسند دارمی بحوالہ تحفۃ الصیام صفحہ 89)

یعنی جس نے بغیر کسی عذر کے رمضان کا ایک روزہ بھی عمداً ترک کیا تو بعد میں اگر ساری عمر بھی اس روزہ کے بدلے، وہ روزے رکھے تب بھی اس کا بدلہ نہ چکا سکے گا۔ لیکن مریض، مسافر، چھوٹے بچے، بوڑھے جو روزہ کی استطاعت ہی نہیں رکھتے، حاملہ خواتین اور دودھ پلانے والیوں کو رخصت بھی اسلام نے دی اور بیماری اور سفر کے ختم ہونے پر وہ گنتی کے ایام پورے کر لیں۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی کا بہت ثواب ہے اس لئے خصوصیت سے رمضان میں قیام اللیل یعنی نماز تہجد پڑھنے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ وہ وقت ہے جس کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات قریبی آسمان تک نزول فرماتا ہے جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کو جواب دوں کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اس کو دوں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اس کو بخش دوں۔'' (ترمذی کتاب الدعوات)

رسول خدا ﷺ کی سنت بھی یہی تھی کہ آپ نصف شب کے بعد نماز تہجد ادا فرماتے یہ ایک زائد نفلی نیکی اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو مرحمت فرمائی ہے۔ ''وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ'' (بنی اسرائیل) آپ کا یہی دستور تھا۔ اس کے علاوہ امت میں رمضان المبارک میں خصوصیت کے ساتھ نماز تراویح کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ جس میں شامل ہو کر انسان قرآن کریم بھی سنتا ہے۔ اصل نماز تہجد ہی ہے۔ جو لوگ رات کو نماز تراویح ادا کرتے ہیں پھر بھی انہیں چاہئے کہ وہ نماز تہجد پڑھنے کی کوشش کریں خواہ دو نفل ہی کیوں نہ پڑھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ رمضان کی راتوں میں عبادت کی سنت میں نے تمہارے لئے قائم کر دی ہے۔ بخاری کتاب الایمان میں یہ روایت بھی مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص ماہ رمضان میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی خاطر عبادت کرتا ہے تو اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

بہر حال نماز تہجد رتبے اور ثواب میں بالا اور افضل ہے، حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی بھاری تعداد باقاعدہ نماز تہجد ادا کرتی تھی۔ قرآن کریم نے ان کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا۔ کہ راتوں کو جب لوگ نیند کے خمار میں ہوتے ہیں تو یہ لوگ (صحابہ کرامؓ) بستروں سے الگ ہو کر اپنے خدا کے سامنے سر بسجود اور راز و نیاز میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ خوف اور امید کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن و رحیم اور مستجاب الدعوات ہے اس کی رحمت ہر وقت وسیع سے وسیع تر ہوتی رہتی ہے کسی وقت بھی اس کا دروازہ کھٹکھٹایا جا سکتا ہے اور وہ دینے والا ہے، وہ کبھی اس بات سے تھکا نہیں کہ اتنی مخلوق اس سے بار بار مانگ رہی ہے اور وہ عطاء پر عطاء کرتا جا رہا ہے لیکن اس کی یہ عطاء رمضان میں تو بہت ہی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہر وقت خدا تعالیٰ سے اس کی رحمت و مغفرت کی دعا اور تمنا کرتے رہنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''روزہ دار کے لئے اس کی افطاری کے وقت کی دعا رد نہیں کی جاتی۔'' (سنن ابن ماجہ بحوالہ منتخب احادیث صفحہ 97)

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ افطاری کے وقت روزے دار کی دعا قبولیت کا درجہ پاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''رمضان میں اللہ کا ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے اور اس ماہ اللہ سے مانگنے والا کبھی نامراد نہیں رہتا۔''

پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کے لئے بہت ہی سازگار اور موزوں ترین مہینہ ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ ایک منادی کرنے والے فرشتہ کو بھیجتا ہے جو یہ اعلان کرتا ہے۔

''اے خیر کے طالب! آگے بڑھ اور آگے بڑھ۔ کیا کوئی ہے جو دعا کرے تا کہ اس کی دعا قبول کی جائے کیا کوئی ہے جو استغفار کرے کہ اسے بخش دیا جائے کیا کوئی ہے جو توبہ کرے اور اس کی توبہ قبول کی جائے۔''

ابن ماجہ کتاب الصوم میں حضرت انسؓ سے یہ روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''یہ مہینہ تمہارے پاس آیا ہے اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ جو شخص اس رات سے فائدہ نہ اٹھا سکا وہ تمام خیر سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے سوائے محروم انسان کے کوئی خالی نہیں رہتا۔'' (تحفۃ الصیام صفحہ 173)

پھر حضرت عائشہؓ سے روایت آتی ہے کہ آپؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کہ اگر مجھے اس بات کا علم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں کیا دعا مانگوں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا مانگنا: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ. فَاعْفُ عَنِّیْ. (سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر 3513)

مسلم کتاب الذکر باب فضل مجالس الذکر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور انہیں ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پروں سے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضاء ان کے اس سایہ برکت سے معمور ہو جاتی ہے جب لوگ اس مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ کہاں سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں۔ جو تیری تسبیح کر رہے تھے، تیری بڑائی بیان کر رہے تھے تیری عبادت میں مصروف تھے، تیری حمد میں رطب اللسان تھے اور تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ تیری بخشش طلب کر رہے تھے......اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو انہوں نے مجھ سے مانگا......اس پر فرشتے کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ان میں فلاں غلط کار شخص تھا وہ وہاں سے گزرا اور ان کو ذکر کرتے دیکھ کر تماش بین کے طور پر ان میں بیٹھ گیا اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بدبخت نہیں رہتا۔''

حضرت موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ذکر الٰہی کرنے والے اور ذکر الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

ایک صحابی حضرت عبداللہ بن بُسرؓ کو آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی:

''لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطَبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ'' کہ تمہاری زبان ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہنی چاہئے۔ اسی طرح حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھا جنت میں اس کے لئے کھجور کا درخت لگا دیا جائے گا۔

رسول خدا و محبوب کبریا آنحضرت ﷺ پر کثرت کے ساتھ ان ایام میں درود شریف بھی پڑھنا چاہئے۔ اگر آپ ایک مرتبہ بھی آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ آپ پر دس مرتبہ برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میرے نزدیک وہی لوگ ہوں گے جو مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ''اس شخص کی ناک مٹی میں ملے جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔''

جہاں تک استغفار کا تعلق ہے اس بارے میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اپنے اوپر استغفار کو لازم کر لے اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ بنا دیتا ہے، ہر پریشانی سے نجات بخشتا ہے نیز اس کو ایسے راہ سے رزق دیتا ہے جس کا وہ شخص گمان بھی نہیں کر سکتا۔

ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل اور بہترین صدقہ وہ ہے جو رمضان میں خیرات کیا جائے۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں خرچ کرنے میں بخل نہ کیا کرو بلکہ اپنے نان و نفقہ پر بھی خوشی سے خرچ کرو کیونکہ اس مہینہ میں تمہارے اپنے نان و نفقہ کا ثواب بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔

آپ کا یہ بھی فرمان تھا کہ رمضان کا اول رحمت ہے اور دوسرا عشرہ مغفرت والا ہے اور آخری عشرہ آگ سے نجات دلاتا ہے۔

ایک حدیث میں رمضان المبارک کے دنوں میں اعتکاف کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے آپ نے فرمایا: ''جس نے رمضان میں دس دن بتمام شرائط اعتکاف کیا تو اسے دو حج اور دو عمرے کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ یعنی بیشمار ثواب کا مستحق ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں اور اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اعتکاف کیا تو اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔'' (منتخب احادیث صفحہ 137) پس چاہیئے کہ بکثرت احباب وخواتین یہ دس دن وقف کریں اور اعتکاف کریں۔

رمضان المبارک کے حوالہ سے ایک اور خاص **صدقۃ الفطر** کی ادائیگی بھی ہے۔ بعض اوقات احباب عید کے دن اس کی ادائیگی کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی جس قدر جلد ممکن ہو رمضان کے ابتدائی دنوں ہی میں اس کی ادائیگی کر دی جائے تو بہتر ہے تاکہ بروقت ضرورت مندوں کی مدد کرنا ممکن ہو سکے۔ بلکہ ایک حدیث میں تو اس کی یہاں تک تاکید ہے۔ آپ نے فرمایا:

اِنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَا يُرْفَعُ اِلَّا بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ . رمضان کے مہینے کی نیکیاں اور عبادات، آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہو جاتی ہیں انہیں فطرانہ ہی آسمان پر لے کر جاتا ہے۔

عید الفطر مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن ہے، دین اسلام فطرت کا مذہب یعنی خوشی کے موقع پر خوشیوں کے جائز اظہار سے نہیں روکتا اور نہ ہی کسی قسم کی رہبانیت سکھاتا ہے۔ جو مسلمان ایک مہینہ خدا کی خوشنودی کی خاطر اس کے حکم سے پورا مہینہ روزے رکھتے ہیں تو رمضان کے اختتام پر وہ خدا کے حضور مزید خوشی کے طور پر سجدات شکر بجالاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی ساری ہی برکتیں عطا فرمائے، ہماری سارے روزے دعائیں اور ہر نیکی خدا کی رضا کی خاطر ہو اور عنداللہ مقبول ہو۔ آمین یا ربّ العالمین

اہم اعلان

دُکھی دُنیا کے دُکھی چہرے میں بھر دیں رونق
ایسی خُوشبُو کوئی اب پیار کی ایجاد کریں

ادارہ پیشوا (پرائیویٹ) ایک زیر رجسٹرڈ نمبر ۸۷۴۷۱۵۸ چیرٹی ہے جو معذور اور بے بس مریضوں کو وہیل چیئرز مہیا کرتی ہے۔ اور غریب بچوں کو تعلیم جیسا بنیادی حق دلانے کی کوشش کرتی ہے۔ سسکتی اور لڑکھڑاتی زندگیوں کی مدد کے لئے قدم بڑھانا نہایت ثواب کا کام ہے۔ زمین پر گھسٹ گھسٹ کر ہر لمحہ مرنے والوں کی مدد کرنا تمام انسانوں کا فرض ہے۔ اگر آپ غریبوں، بے بسوں، بے کسوں اور لاچاروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنے عطیات جمع کروائیں۔ (نئی اور پرانی وہیل چیئرز بھی عطیہ کی جاسکتی ہیں)

PESHWA LTD.

Account # :(Barclays Bank): 90730343 Sort Code: 208420

برائے مہربانی اپنے چیک پیشوا لمیٹڈ کے نام سے ارسال فرمائیں۔

2.London Road,Morden,Surrey,SM4 5BQ. UK

E-mail. peshwaltd@gmail.com : Tel. 020.36747909: Mob. 07792998973

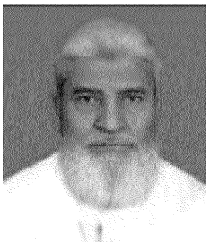

مشرقی اُفق

عید الفطر مسلمانوں کا پُروقار سنجیدہ تہوار!

تحریر: میر افسر امان۔ اسلام آباد

عید الفطر رمضان کے ۳۰ روزوں کے بعد شکرانے کے طور پر مسلمان مناتے ہیں۔ اس موقعے پر عید گاہوں اور شہر کی بڑی بڑی مساجد میں مسلمان ۲ رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اپنے غریب مسلمان بھائیوں میں فطرانے کے پیسے تقسیم کرتے ہیں تا کہ وہ اور ان کے بچے بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ رمضان میں مسلمان اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اپنے گناہوں کو معاف کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں طاق راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش میں مصروف رہتے ہیں اللہ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ روزوں کا ثواب میں خود دوں گا باقی نیکیوں کے لیے اجر تو ۷۰ گنا تک کہا گیا ہے مگر رمضان میں اللہ نے اَجر خود دینے کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تو بے حساب دیتا ہے پھر بھی اس کے خزانے میں کمی نہیں ہوتی اِس لیے مسلمان رمضان میں خوب دل لگا کر عبادت کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں زیادہ سے زیادہ نوافل ادا کرتے ہیں راتوں کو جاگ کر تہجد پڑھتے ہیں نفلی عبادت تراویح کے لیے مساجد ماشاء اللہ بھر جاتی ہیں جس میں قرآن کے حافظ صاحبان قرآن شریف سناتے ہیں انفرادی طور پر ہر مسلمان قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے مساجد میں قرآن کی تلاوت کی آواز سن کر بے ساختہ دل اللہ کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ بچے، جوان، بوڑھے عورتیں قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں ہر طرف نیکیوں کی ایک بہار ہوتی ہے ہر سال یہ ایک قسم کا تربیتی کورس جو ہر رمضان کے مہینے میں ہوتا ہے پوری دنیا میں مسلمانوں کی بستیوں میں نیکیوں کی بہار کا موسم ہوتا ہے شیاطین کو باندھ دیا جاتا ہے رمضان کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ عذابِ جہنم سے نجات کا ہے۔ اسلام کے جتنے بھی خوشی کے تہوار ہوتے ہیں وہ ایک پُر قار سنجیدہ اُمتِ مسلمہ کے شایان شان ہیں مسلمان اُس روز عید گاہوں اور شہر کی بڑی بڑی مساجد میں اکھٹے ہوتے ہیں دو رکعت نماز عید الفطر ادا کرتے ہیں اللہ کے سامنے عاجزی سے گڑ گڑا کے دعائیں مانگتے ہیں کہ اے اللہ! رمضان کے مقدس مہینے میں اگر عبادت میں کچھ کمی رہ گئی ہے تو معاف کر دی جائے اے اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے ایک دوسرے کو عید الفطر کی مبارک باد دیتے ہیں روزوں کی مقبولیت کے لیے ایک دوسرے کو دعائیں دیتے ہیں نماز کے بعد ایک دوسرے سے گلے مل کر معاف کرنے کی درخواست کرتے ہیں ایک دوسرے کے گھروں میں جاتے ہیں اپنے اور رشتہ داروں کے بچوں میں عیدی تقسیم کرتے ہیں لذیذ قسم کی سویاں اور دل پسند کھانے کھاتے ہیں محبت، اخوت اور الفت کا موسم ہوتا ہے بچے، نوجوان، بوڑھے نئے کپڑے پہنتے ہیں ایک دوسرے میں تحائف کا تبادلہ ہوتا ہے پوری اسلامی دنیا کے ملکوں میں امتِ مسلمہ کے ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان ایک جیسا پُر وقار سنجیدہ عید الفطر کا دن مناتے ہیں وہ امتِ مسلمہ جسے اللہ نے خیر امت بنایا ہے جو درمیانے راستے پر چلنے والی ہے اس امت کو فریضہ شہادتِ حق کے لیے اُٹھایا گیا ہے یہ دنیا کی دوسری قوموں پر شہادت کا فریضہ ادا کرے گی۔ یہ امت امر با المعروف و نہی المنکر پر عمل کرے گی یعنی نیکی کے کاموں میں تعاون اور بُرائی کے کاموں سے منع کرے گی اس لیے اس کے شایان شان یہ بات ہے کہ اس کے سارے تہوار پُر قار سنجیدہ ہوں جیسے عید الفطر ہے۔ اس موقعے پر دوسرے مذاہب کے تہواروں کی طرح کے غل غپاڑہ، آتش بازی، شراب و کباب کی محفلیں اور غیر اخلاقی حرکتیں نہیں ہوتیں بلکہ امتِ مسلمہ عید الفطر ایک بارعب، پُر وقار سنجیدہ طریقے سے مناتی ہے۔ مسلمان عید الفطر کی نماز پڑھنے کے لیے عید گاہ اور شہر کی بڑی بڑی مساجد میں ایک راستے جاتے ہیں واپس دوسرے راستے سے گھر آتے ہیں اس سے مسلمانوں کی شان شوکت اور طاقت کے مظہر کی نشان دہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوۃ کی ادائیگی فرض کی ہے جس مسلمان کے پاس مال ایک سال تک جمع رہے وہ اس مال سے ڈھائی

فی صد زکوٰۃ ادا کرنے کا پابند ہے یہ ادائیگی مسلمان رمضان کے مہینے میں اپنے غریب بھائیوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ وہ اور ان کے بچے بھی عیدالفطر کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں زکوٰۃ کی ۸ مدات قائم کر دی ہیں ان مدّوں میں زکوٰۃ خرچ کی جاتی ہے۔

۱۔ فُقرا:۔ زکوٰۃ فقیروں کے لیے جو تنگ دست ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی بڑی مشکل سے گزار رہے ہوں مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتے ہوں۔

۲۔ مساکین:۔ مساکین وہ ہیں جو اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتے۔ یہ بہت ہی تنگ دست لوگ ہیں جو اپنی ضروریات پوری نہیں کر سکتے کمانے کے قابل ہوں مگر روزگار نہ ملتا ہو۔

۳۔ عاملین علیہا:۔ یعنی زکوٰۃ کا مصرف زکوٰۃ وصول کرنے پر جو مامور ہوں۔ اسلامی حکومت ان کو جو کچھ تنخواہ کی مد میں دے۔

۴۔ مؤلفۃ القلوب:۔ زکوٰۃ اُن کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہوں یعنی جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہوں یا جنگی اسلام دشمنی کو کم کرنے میں مدد کی ضرورت ہو۔

۵۔ فی الرِّقاب:۔ اس سے مراد جو شخص غلام ہو اسکو آزاد کرانے میں یعنی غلاموں کی آزادی کے لیے زکوٰۃ کا استعمال جائز ہے۔ آجکل جیل کے اندر قید حقدار قیدیوں کی رہائی کے لیے زکوٰۃ استعمال کیا جا سکتی ہے۔

۶۔ الغارمین:۔ اس سے مراد جو لوگ قرضدار ہوں مگر اپنا قرض ادا نہ کر سکتے ہوں ان کا قرض ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ استعمال کی جا سکتی ہے۔

۷۔ فی سبیل اللہ:۔ اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لیے یعنی جہاد کے لیے زکوٰۃ استعمال کی جا سکتی ہے کوئی شخص مال دار ہے مگر اللہ کے دین کو قائم کرنے میں لگا ہوا ہے اس کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

۸۔ ابنُ السَّبیل:۔ اگر کوئی شخص مسافر ہے اور اسے پیسے کی ضرورت ہے اس کی زکوٰۃ میں سے مدد کی جا سکتی ہے چاہے وہ اپنے ملک میں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

فطرانے اور زکوٰۃ کی تقسیم کے ساتھ ساتھ سر رمضان میں مال دار حضرات اور اسلامی این جی اوز غریبوں، مسافروں اور عام لوگوں کے لیے اجتماعی افطاری کا اہتمام کرتی ہیں۔ مسلمان اپنے اپنے گھروں میں ایک دوسرے کو بُلا کر افطار کا اہتمام کرتے ہیں۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف میں بیٹھتے ہیں۔ ان تمام عبادات کو ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ اب عیدالفطر کی خوشیاں مناؤ تم نے پورے رمضان کے مہینے میں اپنے رب کو راضی کرنے کی عام مہینوں سے زیادہ محنت کی ہے۔

زکوٰۃ مسلمانوں میں معاشی توازن کے لیے بہت ہی معاون ہے ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا تم میری لائی ہوئی شریعت کو نافذ کر دو تم دیکھو گے کہ تم اپنے ہاتھوں میں زکوٰۃ تقسیم کرنے کے لیے نکلو گے مگر تمہیں کوئی غریب نہیں ملے گا یہی ہوا دنیا نے دیکھا جب مدینے میں اسلامی فلاحی ریاست قائم ہوئی تو کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ تھا سب کو اللہ نے مال دار بنا دیا تھا۔ اگر آج بھی اسلامی ملکوں میں صدقِ دل سے اسلامی نظام زندگی رائج کر دیا جائے تو مدینے کی اسلامی فلاحی ریاست جیسے نتائج نکل سکتے ہیں امن و امان قائم ہوسکتا ہے ایک دوسرے کا احترام اور قدر کا ماحول قائم ہوسکتا ہے بیرونی قرضوں اور سودی نظامِ معیشت سے مسلمان ملکوں کی جان چھوٹ سکتی ہے ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے وہ پوری انسانیت کے لیے اللہ کے رسولؐ ہیں۔ کاش یہودی، عیسائی اور دنیا کے تمام مشرکین رسولؐ کی تعلیمات کو اپنا لیں تو دنیا جو اُن ہی کی وجہ سے دکھوں میں مبتلا ہے امن کا گہوارہ بن سکتی ہے تمام مصیبتیں ختم ہوسکتی ہیں۔

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے ادارہ پیشوا کا اتفاق ضروری نہیں ہے

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط 5)

تحریر: رانا محمد حسن خاں

اس عاجز کا خیال تھا کہ ابھی چند مسلمان ممالک کا اَور ذکر کر کے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اقلیتوں کی حالت زار پر اظہار خیال کروں گا مگر یہ خیال دل میں گھر کر گیا کہ دوسرے اسلامی ممالک میں ہونے والی اقلیتوں سے زیادتی وظلم کا سرا بھی کسی نہ کسی رنگ میں پاکستان سے جڑا ہوا ہے۔ جیسے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو دہشت گردوں کی جنت کہا جاتا ہے اسی طرح نام نہاد مذہبی جنونیوں کے لیے بھی پاکستان جنت بن چکا ہے اور ان کا شکار مظلوم اقلیتیں ہی نہیں ہیں بلکہ اقلیتی فرقوں اور عام مسلمانوں کی گردنیں بھی ان کے شکنجے میں ہیں۔ گزشتہ دنوں سیالکوٹ میں ایک سو برس قبل تعمیر ہونے والی ایک تاریخی مسجد کو مذہبی جنونیوں کے ہاتھوں مسمار کیے جانے والے افسوس ناک واقع کی ویڈیو دیکھ کر بے اختیار دل نے کہا ہے کہ یہ شیطانی عمل ہے۔ پاکستان کی یہ بدقسمتی ہے کہ ساری قوم اس طرح کے شیطانی اعمال میں مذہبی دہشت گردوں کے ساتھ شامل ہوتی ہے یا خاموش رہ کر ان جنونیوں کا حوصلہ بڑھاتی ہے۔ ان کی گونگی شرافت کو زبان تب ملتی ہے جب جنونیت کا گولا ان کے گھر پر گر اہل خانہ کو جلاتا ہے، چند دن بعد یہ پھر گونگے بن جاتے ہیں۔

پاکستان بننے کے بعد کے پرتشدد حالات وواقعات اور وجوہات کا ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں مذہبی جنونیت کے آغاز کے متعلق کچھ بیان کر دیا جائے۔

اکبر اعظم کے زمانہ میں جس رواداری اور بھائی چارے کا طوطی بولتا تھا اسے فتاویٰ عالمگیری نے گہری چوٹ پہنچائی۔ اکبر اعظم ہر مذہب کے عالم کی عزت کرتا تھا، مسلمان علماء نے اسے اس حد تک مایوس کیا کہ وہ ان سے متنفر ہو گیا اور ان سے پیچھا چھڑانے کے لیے سرگرم ہو گیا۔ مغل بادشاہ کو ۱۵۷۹ء میں متھرا کے قاضی نے یہ شکایت کی کہ ایک برہمن نے مسجد کے تعمیری مواد میں سے کچھ اٹھا لیا، واپسی کے مطالبے پر برہمن نے توہین رسالت بھی کر دی۔ سزا کے معاملے پر مولویوں میں اختلاف ہو گیا، کچھ قتل کرنا چاہتے تھے اور کچھ کوڑے لگانا چاہتے تھے اور اکبر بادشاہ اس کی زندگی بچانا چاہتا تھا۔ مگر بادشاہ کے فیصلے سے پہلے شیخ عبدالنبی نے اسے قتل کروا دیا۔ اکبر نے تمام علماء سے عبادت خانہ میں برہمن کے قتل پر رائے لی تو علماء کی اکثریت نے شیخ عبدالنبی کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس پر بادشاہ اکبر نے آخری فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں مولویوں کے فیصلوں کا دروازہ بند ہو گیا۔ فیصلہ مختصراً یہ تھا۔ ا۔ ایسے تمام مولوی جنھوں نے اکبر کو کافر قرار دیا، عوام کو بغاوت پر اکسایا، انہیں قتل کر دیا گیا۔ مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی کو حج پر واپس نہ آنے کی ہدایت پر بھیج دیا۔ (بعد میں بلا اجازت وطن واپس آنے پر ان دونوں کو قتل کر دیا گیا تھا)۔ ۲۔ پنجاب کے علماء کو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بھیج کر ان کی طاقت کو توڑ دیا گیا۔ ۳۔ اکبر نے ان علماء کو جن کا وطیرہ بلاتفریق مذہب وملت انصاف تھا اور فتنہ وفساد اور بغاوت شیوا نہیں تھا ملازمت اور مالی امداد دی۔ ۴۔ سلطنت کے اہم معاملات مذہبی علماء کی بجائے حکیم ابوالفتح، حکیم ہمام، حکیم علی حکیم عین الملک اور فیضی جیسے دانشوروں کے سپرد کر دیے۔ اور ان لبرل دانشوروں کی نگرانی میں علماء کو دے دیا۔ علماء کے زوال کے ساتھ ہی اکبر کے عقائد کے بارے میں علماء کی طرف سے پھیلائی گئی باتیں بھی آہستہ آہستہ ختم ہو گئیں۔ اور اکبر کے بعد دو جانشین جہانگیر اور شاہ جہاں ان مولویوں کے اثر سے آزاد رہے۔

برصغیر پاک و ہند میں فرقہ واریت کے باقاعدہ آغاز کا ثبوت اورنگ زیب عالمگیر کے دورِ حکومت میں مرتب کیے جانے والے فتووں کی کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ملتا ہے، جس میں شیعہ، زیدیہ اور دیگر فرقوں کے عقائد کو کفر قرار دیا ہے اور ان سے مرتدوں جیسا سلوک کرنے کی تلقین ہے۔ شیعوں کے متعلق لکھا ہے کہ ''روافض کو کافر لکھنا واجب ہے ان کے اس قول پر کہ مردے لوٹ کر دنیا میں آئیں گے اور ارواح

میں تناسخ ہوتا ہے یعنی اواگون ہوتا ہے اور اسد کی روح اماموں میں منتقل ہوئی اور اس قول پر کہ آئمہ اطہار میں سے ایک امام پوشیدہ ہو گئے ہیں وہ آخر میں نکلیں گے۔ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ ''جس نے امانت ابوکر صدیق سے انکار کیا، وہ کافر ہے۔اور اسی طرح جس نے خلافت عمرؓ سے انکار کیا وہ بھی اصح قول کے موافق کافر ہے۔اور جو لوگ حضرت عثمان وحضرت علی وطلحہ وزبیر وعائشہؓ کی تکفیر کرتے ہیں ان کی تکفیر کرنا واجب ہے۔'' زیدیہ کے متعلق فتویٰ ہے کہ سب زیدیوں کو کافر کہنا واجب ہے ان کے اس اعتقاد پر کہ عجم میں سے ایک نبی کے ظاہر ہونے کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے اس ناپاک اعتقاد کے موافق وہ ہمارے حضرت رسول اللہ خاتم النبیین محمدﷺ کے دین پاک کو منسوخ کرے گا۔''اس کتاب میں ایک یہ بھی فتویٰ ہے کہ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ رسول اللہﷺ اس چیز کو پسند کرتے تھے مثلاً کہا کہ کدّو (لوکی) دراز کو پسند فرماتے تھے، پس اس دوسرے نے کہا کہ مَیں اس کو پسند نہیں کرتا ہوں ،تو یہ کفر ہے۔(فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۴۴۹) ایک اور فتویٰ ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ بہت مت ہنس ، یا بہت مت سو یا بہت مت کھا، پس اس نے کہا کہ اتنا کھاؤں گا اور اتنا سوؤں گا اور اتنا ہنسوں گا جتنا میرا جی چاہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغل سلطنت کے زوال کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔ایک کے بعد ایک نالائق بادشاہ آتا چلا گیا اور رعایا نہایت ابتر صورت حال کا سامنا کرتے ہوئے کسی نجات کنندہ کی راہ دیکھتی ہوئی آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے دور تک پہنچی۔جوں جوں مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوتا چلا گیا توں توں مذہبی تحریکات برطانوی سامراج سے مقابلہ کے لیے پیدا ہوتی چلی گئیں۔بھوک کے ستائے لوگ مذہبی لیڈروں کے دکھائے سبز باغوں کے جھانسے میں آ کر زندہ باد مردہ باد کہتے ہوئے مرتے رہے ہیں۔اور مذہبی لیڈر اپنی اور اپنے فرقہ کی شہرت و دولت میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔بنگال میں شروع ہونے والی ایسی ہی ایک وہابی تحریک کا نام فرائضی تحریک تھا۔اس تحریک کی بنیاد ۱۸۰۴ء میں شریعت اللہ فرید پوری نے رکھی تھی۔شروع میں اس تحریک کا زور مذہبی فرائض پر تھا۔مگر دیکھتے دیکھتے سامراج دشمن تحریک بن گئی۔اسے کسانوں کو حقوق دلانے کے نام پر متحد کیا گیا۔بانی تحریک کی وفات کے بعد انکے بیٹے دودومیاں نے اس تحریک کو کئی مزید رنگوں سے رنگین کیا۔ان رنگوں میں کسانوں کے لہو کا رنگ بھی شامل تھا۔اسی ہزار کسان اس تحریک میں شامل ہو گئے تھے۔اس تحریک کے مسلح کسانوں نے نا صرف ۴۱، ۴۴ء اور ۱۸۴۶ء میں بغاوت کی بلکہ جاگیرداروں کے گھر بار پر حملے کر کے جانی و مالی نقصان پہنچایا۔دودومیاں نے یہ نعرہ بھی لگایا تھا کہ خدا کی زمین پر ٹیکس لگانے کا کسی کو حق نہیں۔دودومیاں نے تو دیہاتوں میں اپنی عدالتیں بھی قائم کر رکھی تھیں۔اگر کوئی شخص برطانوی عدالت میں چلا جاتا تو اس کا سخت قسم کا سماجی بائیکاٹ کیا جاتا تھا۔

شمالی ہندوستان میں بھی وہابی تحریک بھی شروع میں دکھانے کو ایک مذہبی تحریک تھی مگر حقیقت میں برطانوی سامراج کے خلاف تھی۔انیسویں صدی عیسوی میں وہابی علماء نے برطانوی سامراج کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔مولانا قاسم نانوتوی نے انگریزوں کے خلاف کئی علماء سے فتوے حاصل کر کے ایک سو فتاویٰ پر مشتمل مجموعہ نصرت الاحرار کے نام سے شائع کروایا۔متحدہ فتویٰ کی رو سے برطانیہ کے زیر حکومت ہندوستان دار الحرب قرار دیا گیا تھا۔شاہ عبد العزیز نے ان علماء سے بھی پہلے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے دیا ہوا تھا۔لطف کی بات یہ ہے کہ بہت سے علماء نے اس فتوے کے برخلاف بھی فتویٰ جات دے رکھے تھے۔غدر کے بعد وہابی علماء نے دہلی کی نیم حکمرانی حاصل کر کے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے گائے ذبح کرنے پر پابندی عائد کر دی تھی۔

خلافت تحریک کی تحریک پر ہزاروں لوگوں نے ہجرت کر کے اپنا جانی اور مالی نقصان کیا۔کچھ لوگ افغانستان سے ہوتے ہوئے روس بھی پہنچے اور ہندوستان واپسی پر اپنے ساتھ روسی انقلاب کا شوشہ بھی لے آئے۔مولا عبید اللہ سندھی نے تو اپنے مضامین میں سوشلسٹ اقدار اور اسلامی اقدار کو ایک دوسرے کے بہت قریب قرار دیتے رہے۔مولانا حسرت موہانی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ Soviet دراصل عربی لفظ سَوِّیَت سے نکلا ہے جس کے معنی برابری کے ہیں۔

اور یوں مولانا حسرت موہانی کیمونزم کا رشتہ اسلام سے جوڑ دیتے ہیں۔

خدائی فوجدار، خاکسار، احرار، جمیعتہ علمائے ہند، جماعت اسلامی اور مومن برادری وغیرہ بہت سے تحریکیں اسلام کے نام پر بے بس، بھوکے ننگے لوگوں کو بیوقوف بنا کر اپنا اُلو سیدھا کرتی رہیں ہیں۔ ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ یہ علماء انگریزوں کے خلاف تھے، انگریزی کے خلاف تھے، کالج کے خلاف تھے، سائنسی ایجادات کے خلاف تھے، مسلم لیگ کے خلاف تھے، قائد اعظم کے خلاف تھے، پاکستان کے بھی خلاف تھے تو تھے کس کے حق میں؟ ہم اگر یہ کہہ دیں کہ یہ مولانا حضرات دراصل کسی کے خلاف نہ تھے بلکہ اسلام کے خلاف تھے، بے جانہ ہوگا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی جسے انگریزوں نے غدر یعنی بغاوت کا نام دیا تھا سے پہلے مولویوں کے پاس سوائے نمازیں پڑھانے، جنازہ پڑھانے، مکتب میں اسلامیات پڑھانے اور دوسرے مذہبی امور سر انجام دینے کے علاوہ کوئی سیاسی حیثیت نہ تھی۔ جونہی انہیں جنگ آزادی کی بدولت سیاست میں آنے کا موقع ملا تو یہ مذہبی لوگ جو مذہب اور فتویٰ جیسے ہتھیاروں سے مسلح تو تھے ہی آتشیں اسلحہ سے بھی مسلح ہوکر، سیاسی میدان میں کود پڑے۔ دوقسم کے علماء تھے، ایک وہ تھے جنہوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر سیاسی مفادات حاصل کیے اور دوسرے وہ علماء تھے جو پہلی قسم کے علماء کو بدمذہب اور کافر کہتے تھے اور بدلے میں یہی کچھ خود بھی ان سے سنتے تھے۔ اگر دو لفظوں میں ان دوقسم کے علماء کا تعارف کروایا جائے تو وہ اس طرح ہو گا، بریلوی اور دیوبندی۔

ناکام جنگ آزادی کے دوران دیوبندی مولوی حضرات نے نا صرف عوام الناس کو جہاد کی برکات اور اس کے اجر کے متعلق جذباتی تقاریر کر کے خوب گرم کر کے برطانوی سامراج کی گولیوں کا سامنا کرنے کے لیے آمادہ کیا تھا بلکہ ان غریبوں سے چندہ بھی لیتے رہے۔ اس جنگ آزادی کے لیے متعدد مولویوں نے برطانوی سامراج کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا ان علماء میں سے چند اہم نام یہ تھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین خان آزردہ، سید کفایت علی کافی۔ علماء نے دہلی کی جامع مسجد سے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ بعد میں اسی جامع مسجد کے سامنے باغیوں کو پھانسی دی گئی۔ جب انگریزی حکومت نے باغیوں کو پکڑنے اور انہیں سزا دینے کی کاروائی کا آغاز کیا تو دیوبندی مولوی جھوٹ بول کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوگئے۔

جہاد کا فتویٰ دینے والے دیوبندی مولوی جہاد کے نام پر ہزاروں غریب لوگوں کو مروا کر اور جیلوں میں ڈلوا کر خود قانون کے شکنجے سے بچنے کے لیے منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ مولانا حسین مدنی اپنی کتاب نقش حیات میں ان جنگ آزادی کے پروانوں کے متعلق لکھتے ہیں: ''حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، بالآخر گرفتار ہوئے اور گنگوہ سے سہارن پور اور وہاں سے مظفرنگر لائے گئے۔ آپ پر علاوہ شرکت جہادِ شاملی یہ بھی الزام تھا کہ سپاہیوں کی رائفل ان کے پاس ہے۔ آپ نے دونوں (الزامات) سے بالفاظ توریہ انکار کر دیا۔ حاکم نے پوچھا کہ تم نے خلاف گورنمنٹ ہتھیار اٹھایا، آپ نے جیب سے فوراً تسبیح نکالی اور فرمایا کہ یہ میرا ہتھیار ہے۔''

جن الزامات سے گنگوہی صاحب نے انکار کیا وہ بالکل سچ تھے، گنگوہی صاحب نے گوروں کی رائفلیں ہی نہیں بلکہ علاقہ شاملی میں توپخانہ بھی قبضہ میں لیا تھا۔ اور جہاد کے فتویٰ کے بعد انہیں اسلامی فوج میں قاضی کا عہدہ بھی دیا گیا تھا اور ۴۰ نوجوان ان کے ماتحت کیے گئے تھے۔ توریہ کر کے جان بچانا جہاد جیسے اہم فریضہ سے غداری کرنا قرار دیا جا سکتا ہے۔ توریہ سے مراد ایسی بات کرنا ہے جس کے دو مطلب ہوں یعنی مخاطب اس کا کچھ اور مطلب سمجھے اور بات کرنے والا دوسرا مطلب مراد لے تاکہ جھوٹ بھی نہ ہو اور جان بھی بچ جائے مولانا قاسم نانوتوی نے بھی کچھ اس طرح جان بچانے کے لیے توریہ کیا تھا کہ جب برطانوی دوش انہیں پکڑنے کے لیے اس مسجد کے دروازے پر پہنچی جس میں آپ موجود تھے، آپ جہاں کھڑے تھے وہاں سے ہٹ گئے، جب ان سے پوچھا گیا مولانا کہاں ہیں؟ پہلی جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: ابھی تو یہاں تھے۔ **(جاری ہے)**

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کے لیے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے۔ ادارہ پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حاضر ہے۔

قیمت اشتہارات

A.4 ۔فل سائز۔کلر۔120£	بلیک اینڈ وائٹ 80£
A.4۔ہاف پیج۔کلر۔ 60£	بلیک اینڈ وائٹ 40£
A.4۔کوارٹر پیج۔کلر۔ 40£	بلیک اینڈ وائٹ 30£

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کے لئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں

رانا عبدالصمد خاں 07792998973

AZED&CO

Incorporated Precticing Accountants

Rizwan Azed

B.COM,MBA,AIIA,FSPA

سیلف ایمپلائیڈ، سول ٹریڈر، لمیٹڈ کمپنی اکاؤنٹس، پی سی او ڈرائیور اکاؤنٹس، سیلف ایسیسمنٹ۔
ٹیکس ریٹرن، لمیٹڈ کمپنی فارمیشن۔ بک کیپنگ، بجٹ۔ بزنس پلان، بزنس سٹارٹ اپ۔

392 London Road
Mitcham Surrey
London .CR4 4EA

Tel.020 8646 6777
Fax.020 8646 9416
Mob.0786 788 6952

E.Mail. azed@azed.fsbusiness.co.uk

آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ کا احترام نہایت ضروری ہے

RH CATERERS

Our Chefs are dedicated to creating Authentic Dishes.Our Menus offer a wide variety of dishes originating from all parts of the Indian & Pakistani. Sub Continent.We can offer a range of Catering Options such as a sit down Silver Service,a simple Buffet,Multi dish or Karahi Stand service.We are able to cater for any number of guests & our specialized MENUS can be accommodated in any Venue and any budget.A bespoke tailor made Menu can be made upon request. The Complete Catering & wedding package consists of all the necessaries ensuring that you will have the most successful event:

Our Gold pakage includes

- ☆Authentic Asian Catering
- ☆Welcome Drinks Reception (Exotic Fresh Juices)
- ☆Unlimited Soft Drinks & Juices Throughout the day
- ☆Cutlery Crockery & Glassware
- ☆Linen Tableclothes & Napkins
- ☆Professional Uniformed Waitress Staff
- ☆Event Manager & Wedding coordinator
- ☆Kitchen Staff & Porters
- ☆Complete Peace of mind

For further assistance please contact: Tel.020 3674 7909..Mob:077 9299 8973

2 london Road, SM4 5BQ;Morden,surrey.

پیشوا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

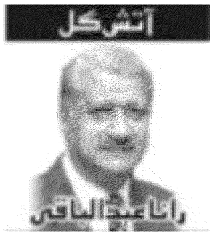

قراردادِ پاکستان سے نئے پاکستان تک!

تحریر: رانا عبدالباقی (آتش گل)

مورخہ 29 اپریل کو مینارِ پاکستان کے سایہ تلے ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا جس میں پاکستان کے دور دراز علاقوں اور لاہور کے طول وارض سے لاکھوں شہریوں نے عمران خان کی قیادت میں شرکت کی۔ اس اجلاس میں عمران خان نے جن گیارہ نکات کا تذکرہ کیا اُس میں جناح و اقبال کی ویژن کے حوالے سے تجدیدِ عہد کی ویژن نمایاں نظر آتی تھی۔ جن لوگوں نے اِس اجلاس میں شرکت کی یا عمران خان کے افکار کو نجی ٹیلی ویژن چینلز پر ملاحظہ کیا اُنہیں عمران خان کی تقریر اور گیارہ نکات میں مینارِ پاکستان کی روح حلول کرتی نظر آئی۔ یقیناً یہ اُس عمران خان کا چہرہ نہیں تھا جو عام جلسوں اور دھرنوں میں سیاسی موشگافیوں کا مظاہرہ کرتا نظر آتا تھا۔ نہ ہی یہ وہ چہرہ تھا جو کرکٹ کپتان کی حیثیت سے پاکستان کو پہلا عالمی کرکٹ کپ دلوانے جا رہا تھا، نہ ہی یہ وہ چہرہ تھا جو گلی گلی شہر شہر شوکت خانم کینسر ہسپتال کیلئے فنڈ جمع کرتا نظر آتا تھا بلکہ مینار پاکستان کی تاریخ پر دستک دیتا یہ وہ چہرہ تھا جو جناح و اقبال کی فکر و نظر کو مہمیز دیتے ہوئے پاکستان کے غربت و افلاس کے مارے ہوئے لوگوں کی فلاح کیلئے جناح و اقبال کی تعلیمات پر مبنی نہ صرف ایک نئے پاکستان کی نوید دے رہا تھا بلکہ سیاسی فہم و فراست کیساتھ غیر ملکی قرضوں اور غربت سے پاکستانی عوام کو نجات دلانے کیلئے جناح کی تعلیمات کی طرح پُر عزم نظر آتا تھا۔ چنانچہ مینار پاکستان سے لیکر راوی کے پل کے قرب تک لاکھوں افراد خاموشی سے قرارداد پاکستان کی سرزمین پر ایک نئے عمران خان کو جنم لیتے دیکھ رہے تھے جن میں ہزاروں خواتین، بچے اور طلباء و طالبات بھی نمایاں نظر آتے تھے۔ البتہ یہ وقت ہی بتائے گا کہ کیا یہ سب سیاسی موشگافیوں کا کھیل تھا یا اِسے اُردو کے مشہور محاورے،، زبان خلق کو نقارہ ءخدا سمجھو،، کی مانند تپتے ہوئے ریگستان میں تازہ ہوا کا جھونکا سمجھا جائے گا۔

اگر درج بالا تناظر میں تاریخ کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھا جائے تو برطانوی حکومت ہند کے زمانے میں لاہور کے منٹو پارک میں جب 23 مارچ 1940 کی قراردادِ لاہور جسے تاریخ میں قراردادِ پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے پیش کی گئی تو اُس وقت بھی پشاور سے لیکر بنگال تک کے علاقوں سے آئے ہوئے مسلمانوں اور لاہور کے مسلم شہریوں کے لاکھوں کی تعداد منٹو پارک میں موجود تھی جبکہ ہزاروں خواتین بھی جلسہ گاہ میں موجود تھیں جن میں اکثریت برقہ پوش خواتین کی تھی۔ قرارداد پاکستان پیش ہونے پر اُن میں سے ہی ایک برقہ پوش خاتون مجمع سے اُٹھ کر اسٹیج پر تشریف لائی تھیں جنھوں نے قراردادِ پاکستان کی مسلم خواتین کی جانب سے تائید کی۔ یہ خاتون مرحوم مولانا محمد علی جوہر کی اہلیہ تھیں جنہیں مولانا محمد علی جوہر نے لندن میں گول میز کانفرنس کے موقع پر اپنی موت سے قبل بیت المقدس میں دفن ہونے کی خواہش کیساتھ ساتھ کہا تھا کہ کاش اللہ تبارک تعالیٰ محمد علی جناح کے دل میں یہ بات ڈال دیں کہ وہ ہندوستان واپس جا کر مسلم قوم کی قیادت کریں کیونکہ جناح کے علاوہ کوئی اور ایسی شخصیت موجود نہیں ہے جو مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ مملکت کی تحریک کو مہمیز دے سکے۔ چنانچہ مولانا محمد علی جوہر کی اہلیہ اسی خواہش کو پورا کرنے کیلئے 23 مارچ کے جلسے میں دیگر خواتین کے ہمراہ تشریف لائی تھیں اور اسٹیج پر آ کر اُنھوں نے نہ صرف قراردادِ پاکستان کی تائید کی بلکہ اپنی تائیدی تقریر میں پاکستان کا لفظ بھی استعمال کیا اور پھر وہ ہزاروں برقہ پوش خواتین کی تالیوں کی گونج میں برقہ پوش خواتین کے اِسی اجتماع میں گم ہوگئیں۔ چنانچہ جب قرردادِ پاکستان کو پشاور سے لاہور، سندھ سے یوپی اور بلوچستان سے بنگال تک سے آئے ہوئے مسلم رہنماؤں اور عوام نے تالیوں کی نہ ختم ہونے والی گونج میں متفقہ طور پر منظور کیا تو قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے سیکریٹری مطلوب الحسن سید سے مخاطب ہو کر فرمایا

کہ اقبال وفات پا چکے ہیں اگر وہ زندہ ہوتے تو بہت خوش ہوتے کہ آج ہم نے اُن کی خواہش پوری کر دی ہے۔ درحقیقت، 1936/37 میں شدید بیماری کے باوجود علامہ اقبال اور قائداعظم میں مسلمانانِ ہند کی غربت و افلاس اور شریعت اسلامی کے حوالے سے اسلامی قوانین کے نفاذ کو متحدہ بھارت میں ناممکن قرار دیتے ہوئے ایک علیحدہ مسلم مملکت پاکستان کی جدوجہد پر ہی اتفاق کیا گیا تھا۔ لہذا علامہ اقبال نے اپنے کانفیڈنشل خطوط میں قائداعظم پر زور دیا کہ وہ متحدہ ہندوستان کی تجویز ہرگز قبول نہ کریں اور مسلم اکثریتی خطوں میں علیحدہ مملکت کی تشکیل کیلئے آئندہ اجلاس لاہور میں منعقد کریں۔ قائداعظم نے علامہ اقبال کی تجاویز سے اتفاق کیا چنانچہ وہ تحریک پاکستان کے دوران اکثر اپنی پالیسیوں کی وضاحت کرتے رہتے تھے کہ میں پاکستان کیلئے لڑ رہا ہوں کیونکہ ہمارے مسائل کا عملی حل ہی پاکستان میں ہے۔ اگر ہم قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرتے رہے تو آخری فتح ہماری ہوگی کیونکہ ہماری نجات اسوہ حسنہؐ پر چلنے میں ہے جس کا پیغام ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلامؐ نے دیا ہے۔

اندریں حالات، قراردادِ پاکستان کے جلسہ عام اور عمران خان کے جلسے میں علامہ اقبال کی ویژن اور قائداعظم کی عملی جدوجہد کی فکر سے مماثلت محض اتفاقیہ بھی ہوسکتی ہے۔ البتہ آج کے پاکستان اور قراردادِ پاکستان کے دور کے حالات میں مسلم اُمت کی حالت زار غربت و افلاس کے حوالے سے ملتی جلتی ہی نظر آتی ہے جس کیلئے بانیان پاکستان کی تعلیمات کے مطابق عمران خان نے ببانگ دہل اعلان کیا ہے۔ برطانوی حکومت ہند کے دور غلامی میں بھی مسلمانوں کی اکثریت مفلسی کی حالت میں زندگی بسر کرتی تھی اور آج بھی ملک کی اکثریتی آبادی غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ انگریزوں کے زمانے میں جب کوئی اچھی آسامی نکلتی تھی تو اشتہار میں تذکرہ کیا جاتا تھا کہ مسلمان درخواست دینے کی ضرورت محسوس نہ کریں جبکہ آج بھی آسامی کا اشتہار جاری کرنے سے پہلے ہی عوامی مقابلے کے بجائے پہلے تو ایسی آسامی کی تعلیمی قابلیت ہی حکومتی جماعت کے حاشیہ بردار کی قابلیت کیمطابق کم کر دی جاتی ہے یا پھر اشتہار کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی اور حکمرانوں کے اشاروں پر مافیائی انداز میں وفاقی سیکریٹری اور صوبائی چیف سیکریٹری کی تنخواؤں سے دس بیس گنا زیادہ ماہانہ تنخواؤں اور سہولتوں پر ایسے حاشیہ برداروں کو بھرتی کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی کیفیت پیمرا، PIA اور PTV کے علاوہ اسٹیٹ بنک اور دیگر قومی بنکوں میں بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ عوام کیلئے یہ صورتحال اُس وقت اور زیادہ تکلیف دہ ہو جاتی ہے جب حکمرانوں کے یہی حاشیہ بردار حکومتی جماعت کی سفارش پر لوگوں کو بھرتی کرنا اپنے لئے باعث افتخار سمجھنے لگتے ہیں۔ ملک میں دہشت گردی کی ابتدا ہوئی تو حکمرانوں اور اُن کے گماشتوں کی ذاتی حفاظت کیلئے لاتعداد پولیس فورس دن رات موجود ہے جبکہ ستر ہزار سے زیادہ عوام دہشت گردی کی نظر ہو چکے ہیں۔ پی آئی اے میں ایک غیر ملکی کو اعلیٰ عہدے پر تعینات کیا جاتا ہے تو اپنا عہدہ چھوڑنے سے قبل ہی پی آئی اے کا جہاز لے کر غائب ہو جاتا ہے۔ یہی حال عوام و خواص کیلئے قانون پر الگ الگ عمل درامد کے حوالے سے دیکھنے میں آتا ہے جب پاکستان کے آئین و قانون سے روگردانی کرتے ہوئے اسحاق ڈار ذاتی مقدمات میں عدالتوں سے مفرور ہو کر اشتہاری ملزم بن جاتے ہیں تو اُنہیں نہ صرف وزیراعظم پاکستان اپنے جہاز میں فرار ہونے میں مدد دیتے ہیں بلکہ لندن کے سرکاری دورے میں مفرور اشتہاری ملزم کی بیٹھک میں مزاج پرسی کے علاوہ سیاسی معاملات پر گفتگو کرنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ نواز شریف کو سپریم کورٹ نے نہ صرف وزیراعظم کے منصب کیلئے نااہل قرار دیا ہے بلکہ سیاسی پارٹی کے صدر کے طور پر بھی سیاست میں حصہ لینے کیلئے نااہل قرار دیا ہے۔ گو کہ پارٹی چیف کے طور پر نواز شریف کی جگہ اُن کے بھائی کو پارٹی چیف مقرر کر دیا گیا ہے لیکن یہ پارٹی چیف، سابق نااہل وزیراعظم اور سابق نااہل پارٹی چیف کی ڈکٹیشن پر ہی کام کر رہا ہے۔ تو پھر عوام کیوں نہ قائداعظم اور اقبال کی تعلیمات کو اپنا منشور بنانے والے عمران خان کو قوم کا نجات دہندہ سمجھیں؟ بہرحال ملکی انتخابات نزدیک ہیں اور وقت ہی بتائے گا کہ ملک کی سیاست بانیان پاکستان کی تعلیمات کی طرف رجوع کرتی ہے یا پھر غیر ملکی قرضوں کی غلامی ایک بار پھر عوام کا مقدر بن جاتی ہے۔

حوروں کا لذت آمیز بیان

تبلیغی اجتماعات کے علاوہ ہر جمعہ کو مسجدوں میں خطبات میں جہاں کچھ فسادی قسم کے علماء فسادی قسم کی تقریریں کرتے ہیں، وہاں دل میں حسرت گناہ لیے کچھ واعظ ایسے بھی ہوتے ہیں چسکے لے لے کر حوروں کا لذت آمیز بیان طویل سے طویل تر کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ان حوروں کے سر سے لے کر پاؤں تک کے سراپے اور ایک ایک عضو کا بیان کچھ ایسے انداز میں کرتے ہیں کہ جی چاہتا ہے انہیں ابھی جنت میں بھیج دیا جائے۔ صرف یہی نہیں اردو بازار کی دکانیں ان لغویات سے بھری پڑی ہیں جنہیں اسلام کے غلاف پوش میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتابیں پڑھ کر ایک صحیح الفکر مسلمان کے دل میں کراہت پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ کتابیں دہشت گرد تیار کرنے والوں کے بہت کام آتی ہیں۔ افسوس میں وہ تفصیل بیان نہیں کر سکتا جو ان کتابوں میں حوروں اور جنتیوں کی مردانگی کے حوالے سے دی گئی ہوتی ہیں۔ یہ تفصیل پڑھ کر صرف توبہ توبہ کا ورد ہی کیا جا سکتا ہے۔ اردو بازار میں فضائل کی کتابیں بھی وافر مقدار میں دستیاب ہیں۔ یہ سب کمزور اور وضعی حدیثوں سے اخذ ہیں۔ ان کے مطابق بڑے سے بڑا گناہ بھی فلاں عبادت سے معاف کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہم قتل کرتے جاتے ہیں، ملاوٹ کرتے جاتے ہیں، قبضے کرتے جاتے ہیں اور عبادت کرتے چلے جاتے ہیں۔

(مذہبی شدت پسندی۔ عطاالحق قاسمی۔ روزنامہ جنگ ۱۹ دسمبر ۲۰۱۴ء)

مذہبی معاملات میں عدالت یا پارلیمنٹ کی مداخلت

طلاق ثلاثہ بل (ایک ہی دفعہ دی گئی تین طلاق کو عدالت نے عورتوں کے انسانی حقوق کے منافی قرار دے دیا ہے) پر شدید تنقید کرتے ہوئے مجلس عاملہ جمیعتہ علماء ہند (اجلاس کی صدارت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری کر رہے تھے) نے اسے ناقابل قبول اور مسلمانوں کے لیے ناقبل عمل قرار دیا ہے۔ صاف لفظوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ دستور ہند میں دیے گئے حقوق کے تحت مسلمانوں کے عائلی اور مذہبی معاملات میں عدالت یا پارلیمنٹ کو مداخلت کا ہرگز حق نہیں ہے۔ اگر پارلیمنٹ کوئی ایسا قانون بنائے گی یا حکومت ہند کی طرف سے ایسا کوئی آرڈیننس لایا جائے گا جس سے شریعت میں مداخلت ہوتی ہے، وہ مسلمانوں کے لیے ہرگز قابل عمل نہیں ہوگا۔ اور مسلمان بہر صورت شریعت پر عمل کرنا اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں اور سمجھتے رہیں گے۔　　(روزنامہ پاسبان بنگلور ۱۲ جنوری ۲۰۱۸ء صفحہ ۳)

پاکستان کی عدالتیں اور پارلیمنٹ یہ تجربہ کر چکی ہیں۔ اور یہ دونوں ادارے ایک بھی احمدی سے غیر مسلم ہونے کا اقرار نہیں کروا سکے ہیں باوجودیکہ انہیں نا صرف غیر مسلم آئینی طور پر قرار دیا گیا بلکہ اسلامی شعائر کو بھی ان کے لیے جرم قرار دیا جا چکا ہے۔ سچ یہی ہے مذہبی معاملات میں مداخلت اچھی نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں بھی پاکستان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں سے ہندو امتیازی سلوک ہی نہیں ہو رہا بلکہ پاکستانی اقلیتوں کی طرح قتل بھی کیے جا رہے ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان کو اگر امن و سکون چاہیے تو انہیں لازماً مذہبی نفرت کا خاتمہ کرنا ہوگا۔

سیاسی جماعتوں کے غیر جمہوری رویے۔۔۔این اے 54 کی صورتحال

تحریر: عتیق الرحمٰن (اسلام آباد)

الیکشن 2018ء کے انعقاد کی سمری منظور ہو چکی ہے جس کے مطابق انتخابات 2018ء بمطابق 25 جولائی کو ہونگے۔الیکشن کمیشن کی سمری میں دی گئی تاریخوں میں سے ایک تاریخ کا انتخاب کر کے سمری منظوری کیلئے وزیراعظم نے صدر پاکستان کو بھجوائی تھی جس کو انہوں نے منظور کر لیا اور اسی کے مطابق اب انتخابات 25 جولائی کو ہونگے۔تمام تر قیاس آرائیاں دم توڑ چکی ہیں کہ انتخابات ملتوی ہو جائیں گے اب موجودہ اور سابقہ حکومت کی کامیابی و ناکامی کا فیصلہ عوام نے اپنے ووٹ کے ذریعے سے 25 جولائی کو کرنا ہے۔تاہم اس کے ساتھ ہی ملک میں انتخابات کو ملتوی کرانے کی برابر کوششیں ہو رہی ہیں جن میں تحریک انصاف کی قیادت اور عوام لیگ کے سربراہ شیخ رشید احمد مصمم ارادہ کے ساتھ یہ بات کرتے نظر آتے ہیں کہ الیکشن کو چند مہینوں کیلئے ملتوی ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔اس ساری صورتحال کو اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ ایک منظم انداز سے آمدہ الیکشن کو روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو کہ کسی بھی طور پر ملک و قوم کیلئے خیر کی خبر ثابت نہیں ہوگی۔البتہ اس کے ساتھ جزوی طور پر سیاسی جماعتیں انتخابات کی تاریخ کے اعلان کے ساتھ متحرک ہو چکی ہیں اور ہر ایک جماعت میں اختلافات اور کھینچا تانی کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا ہے کہ سیاسی جماعتیں پارلیمانی بورڈ تو تشکیل دے چکی ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان کی کوشش ہے کہ من پسند لوگوں کو ہی ٹکٹ جاری کیے جائیں۔

اسلام آباد کے سابقہ حلقہ NA-48 اور موجودہ NA-54 کی سیاسی صورتحال مسائل میں گھری رہی ہے کہ یہاں پر سیاسی پارٹیاں ٹکٹ جماعت کے ساتھ وابستگی، عوام کے ساتھ ہمدردی، مقامی آبادی کی آواز بننے والے نمائندوں کی بجائے دھن دولت رکھنے والے یا اپنے منظور نظر کو ٹکٹ جاری کرتے ہیں جس کا بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اب تک اسلام آباد کے رورل ایریا کے مسائل تعلیم وصحت، ترقیاتی وفلاحی کام، بجلی، گیس کی فراہمی، سیوریج و پختہ گلیاں اور سڑکوں اور شاہراؤں پر انڈر پاس کی قلت، پانی کی عدم دستیابی جیسے ہوشربا مسائل جوں کے توں ہیں یہی وجہ ہے کہ اب اس حلقہ کی عوام پیراشوٹ امیدوار کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔اسی سلسلہ میں اسلام آباد میں گذشتہ دوروز سے سیاسی گہما گہمی کا آغاز ہو چکا ہے کہ سابق امیر جماعت اسلامی زبیر فاروق خان نے دین سے منسوب تنظیم **جماعت اسلامی کی قیادت پر سنگین الزامات عائد کرتے ہوئے جماعت کی بنیادی رکنیت سے استعفیٰ دینے کا اعلان کیا ہے اور ان کا کہنا تھا کہ جماعت اسلامی مذہب و دین کے نام پر قائم ہوئی ہے اور اس کا مقصد اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے عملی جدوجہد کرنا ہے اور افسوس ہے کہ جماعت اسلامی خود ہی اسلامی نظام سیاست کے رہنما اصولوں کو فروگذاشت کر چکی ہے اور اب وہ کٹھ پتلیوں اور سازشی عناصر کی جماعت بن چکی ہے** اور اس کے ساتھ انہوں نے اعلان کی کہ وہ اسلام آباد کے این اے 54 سے خود اور این اے 53 سے سفیان عباسی آزاد حیثیت سے الیکشن میں حصہ لیں گے۔اس کا واضح طور پر نقصان ایم ایم اے اور جماعت اسلامی کے امیدوار میاں اسلم کو ہوگا۔اور اسی طرح مسلم لیگ ن اور تحریک انصاف اور پیپلز پارٹی اسلام آباد کے رورل ایریا میں امیدواروں کی لمبی فہرست بن چکی ہے۔تاہم مقامی آبادی کا پرزور مطالبہ ہے کہ اب کی بار ٹکٹ مقامی امیدوار کو ہی جاری کیا جائے تا کہ علاقہ کے مسائل سے وہ آگاہی بھی رکھتا ہو اور اس کے ساتھ عوام کیلئے اس تک رسائی حاصل کرنا بھی ممکن ہو سکے۔مندرجہ بالا صورتحال کا جائزہ لیکر ملکی سیاست کیلئے کوئی خیر وخوبی معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس سے یہ عیاں ہوتا جا رہا ہے کہ سیاسی و مذہبی جماعتوں کے غیر جمہوری رویے ملک و قوم کیلئے نیک شگون نہیں ہیں اور اس کا نقصان وخمیازہ جہاں پر خود ان جماعتوں کو ہوگا وہیں پر ملک و ملت کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں ملک بھر میں ان امیدواروں کو ٹکٹ جاری کریں جن کا مقامی آبادی کے ساتھ ربط وتعلق ہو اور وہ ملک وقوم کیلئے اخلاص کے ساتھ کام کرنے کا جذبہ عملی بھی رکھتے ہوں اور جماعت کے اندر موجود اختلافات کو افہام وتفہیم کے ساتھ حل کریں۔

ختمِ نبوت تحریک تاریخ کے آئینے میں اور ہمارا سماج

تحریر و تحقیق: ناصر شبیر۔ بلجیم

چند روز قبل خاکسار نے لائبریری میں موبائل میں غرق ایک نوجوان سے پوچھا کہ پروفیسر محمد الیاس برنی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ امیر شریعت، خطیبِ اعظم اور خطیبِ ختم نبوت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کا مزار کہاں ہے؟ نوجوان نے ایک لمحہ توقف کے بعد میری طرف دیکھا پھر ندامت سے سر جھکا لیا۔ شاید وہ کسی فرقہ کے خلاف گالیوں سے بھرے پیغامات بھیج کر دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ جب بھی عقیدے اور فرقہ پر بحث ہوتی ہے تو ہماری نئی نسل فحش گوئی، کردار کشی اور گالم گلوچ پر اُتر آتی ہے۔ اسی طرح سوشل میڈیا پر بھی نئی نسل صرف گالیوں پر اکتفا کرتے ہوئے دفاع ختم نبوت میں مشغول دکھائی دیتی ہے۔ خاص طور پر احمدیہ فرقہ کے روحانی پیشوا، علمائے کرام اور ان کے پیروکاروں کو گالیاں دینا، ان کی تصاویر کو بگاڑنا اور ان کے اکابرین کی کردار کشی کرنا باعثِ ثواب خیال کیا جاتا ہے۔ دفاع ختم نبوت کی آڑ میں بدزبانی، الزام تراشی اور غلط بیانی کو دلیل سمجھا جاتا ہے۔ عوامی جگہوں، جلسے جلوس، احتجاجی مظاہروں، ہڑتالی بینرز، پوسٹرز اور اسٹیکرز پر بھی انتہائی ناشائستہ، استعمال کی جاتی ہے۔ اشتعال انگیز نعرے بازی اور بازاری طرزِ کلام اس کے علاوہ ہیں۔ مولانا زاہد الرشدی، محمد متین خالد، طاہر عبدالرزاق، عرفان محمد برق اور پروفیسر منور احمد جیسے نامور محققین اور ادباء کی تحریروں میں آج بھی تہذیب و شرافت کی جگہ کردار کشی اور گندی اور غلیظ زبان استعمال ہوئی ہے۔

قبل اس کے کہ اس رویے کی وجوہات تلاش کی جائیں پہلے ختم نبوت کے ان جانثار مجاہدین کا مختصر جائزہ لینا ضروری ہے کہ وہ کون سے ایسے شعلہ بیان مقررین اور رہنما تھے جن کی ان تھک محنت اور ریاضت کے باعث فلسفہ ختم نبوت کو تشہیر و ترویج ملی۔ وہ کون سے مشاہیر تھے جن کو آج کی نئی نسل اور عام لوگوں نے بھلا دیا ہے جن کا تذکرہ صرف خالص دینی رسالوں میں ملتا ہے۔ آیئے ان مجاہدینِ ختم نبوت کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔

پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑہ شریف (1859-1937): ''سیفِ چشتیائی'' کے مصنف اور عظیم رہنما، حنفی عالم پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑہ شریف احمدیہ فرقہ کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے دو روحانی چیلنج دیتے ہوئے احمدیہ اکابرین و علمائے کرام کو کہا کہ کاغذ پر قلم چھوڑ دو، سچا قلم خود بخود چلے گا اور تفسیر قرآن لکھ دے گا۔ دوسرا چیلنج یہ دیا کہ حسب وعدہ شاہی مسجد میں آؤ ہم دونوں اس مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں، جو سچا ہوگا، وہ بچ جائے گا، جو کاذب ہوگا، مر جائے گا۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری (1892-1961): مجلسِ احرار کے بانی اور مجمع کی رنگارنگی کو اکائی میں بدلنے والے ہندوستان کے خطیب اعظم، امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے ساری عمر محاذِ ختم نبوت پر مجاہدِ اول کا کردار ادا کیا۔ آپ کو ہزاروں شعر، ان گنت ضرب الامثال اور بے شمار محاورے زبانی یاد تھے۔ مجلسِ احرار تحریک پاکستان کی شدید مخالف جماعت تھی اسی لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا موقف تھا کہ ''پاکستان کے بارے میں گذشتہ سال میں جس جگہ بھی تقریر کی ہے۔ پاکستان کو مسلمانانِ ہندوستان کے مہلک بلکہ ہلاکت آفرین اور ہلاکت خیز بتایا ہے۔''

مولانا ظفر علی خان (1873-1956): مولانا ظفر علی خاں شمالی ہندوستان میں اردو صحافت کے شہسوار تھے۔ نظم میں منفرد، نثر میں صاحب طرز اور خطابت میں شعلہ بیان اور اقلیم انشاء کے شہنشاہ مولانا ظفر علی خاں اپنی سیمابی طبیعت کے باعث تمام زندگی چوکھی لڑتے رہے۔ ہندوؤں اور انگریزوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ شمالی ہندوستان میں ان کی شہرت کا طوطی بولتا تھا۔ ختم نبوت کے دفاع کے لیے تمام عمر سرگرداں رہے لیکن آخری عمر میں مفلوج ہو کر گمنامی میں چلے گئے۔

مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری (1875-1933): مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری نے اپنی وفات سے کچھ دن قبل دیوبند کے تمام طلباء اور اساتذہ سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ اگر نجاتِ اخروی و شفاعت آنحضرت ﷺ چاہتے ہو تو ختم نبوت کا کام کرو۔ مولانا کی زندگی کا اہم ترین مقصد تحفظِ ختم نبوت تھا۔ مولانا تمام عمر احمدیہ اکابرین کو شقی، دجال، کذاب، لعین

اور مردود جیسے ناموں سے پکارتے رہے۔ احمدیہ جماعت کو ہمیشہ بد دعائیہ جملوں سے یاد کرتے تھے۔

پروفیسر محمد الیاس برنی (1890-1959): پروفیسر محمد الیاس برنی متحدہ ہندوستان کی نامور علمی شخصیت تھی۔ آپ ایک معروف ماہرِ معاشیات تھے۔ آپ نے 40 کے قریب کتب لکھیں۔ آپ نے سب سے پہلے اُردو میں اکنامکس کے بارے میں کتاب لکھی۔ آپ قائداعظم محمد علی جناح کی جانب سے پاکستان پلاننگ کمیٹی کے لیے منتخب ہوئے لیکن تقسیم ہند کے بعد آپ ہندوستان میں ہی مقیم رہے۔ آپ شدید مخالفینِ احمدیت میں شامل تھے۔ آپ نے "قادیانی مذہب" کے نام سے کتاب لکھی جو انتہائی مستند سمجھی جاتی ہے اس کتاب کے کئی تراجم ہوئے۔

چوہدری افضل حق (1891-1942): آپ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ مل کر مجلسِ احرار کی بنیاد رکھی۔ چوہدری افضل حق برٹش انڈیا کی پنجاب اسمبلی کے لیے تین مرتبہ منتخب ہوئے۔ سماجی، سیاسی اور مذہبی رہنما کے طور پر ختمِ نبوت کے قافلہ میں شامل رہے۔ آپ کو مفکرِ احرار کہا گیا۔ شہر شہر اپنی آتش بیانی سے احمدیہ تحریک کو پورے ہندوستان میں پھیلاتے رہے۔

مجلسِ احرارِ اسلام (29 دسمبر 1929ء): مجلسِ احرار اسلام کا مختصر نام اب " احرار" ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور چوہدری افضل حق اس کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ برطانوی راج کے دوران ہندوستان میں مذہبی وسیاسی جماعت تھی۔ جس کی بنیاد 29 دسمبر 1929ء کو لاہور میں رکھی گئی۔ اس تنظیم میں تمام معروف فرقہ اسلام شامل ہوئے جن میں سنی بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث اور شیعہ نمایاں ہیں۔ یہ تنظیم سیاسی تنظیم پاکستان مسلم لیگ ن کے اکابرین کے خلاف کردار کشی کرنے میں ہمیشہ نمایاں رہی۔ اس تنظیم پر 1954ء کو پابندی لگا دی گئی۔ مجلس احرار کے موجودہ صدر مولانا سیّد عطاء المہیمن بخاری ہیں جو خطیب اعظم مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کے صاحبزادے ہیں۔

مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا قیام: مجلس تحفظِ ختم نبوت کی بنیاد 1950ء کو رکھی گئی جس کے بانی محمد عبدالغفور ہزاروی تھے۔ آج اس تنظیم کی قیادت مولانا خادم حسین رضوی کے پاس ہے اور اس تنظیم کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر اشرف جلالی ہیں۔ مولانا خادم حسین کی فحش گوئی، گالم گلوچ کا سلسلہ اُسی طرح دراز رکھا ہے جس طرح اس تنظیم کے اکابرین نے روا رکھا تھا۔

مذکورہ بالا یہ وہ چند مجاہدینِ ختمِ نبوت ہیں جنہوں نے تحریک ختم نبوت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ زمانہ گواہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر وعظ و نصیحت کے بعد قلم کے عظیم اور نڈر شہسوار جب اس پُر خار علمی میدان میں اُترتے تو سیاسی اور مذہبی حلقوں میں ہلچل مچ جاتی۔ حتیٰ کہ اس شور وغل کے دوران جلسے میں قیام امن کے لیے مقرر قانون کے رکھوالے بھی سب فرائض چھوڑ کر حکمت و دانائی کے موتی سمیٹنے لگتے۔ ماضی کے ان تمام نامور مجاہدینِ ختم نبوت اور شعلہ بیان مقررین نے اس فکر اور سوچ کی حفاظت، ترقی اور ترویج کے اپنی زندگیاں وقف کر دیں انہوں نے ہر گام پر شمعِ ہدایت روشن کرنے کی جدوجہد کی۔

لیکن آج کا نوجوان مادیت کی رو میں بہہ کر اپنے بزرگوں اور اسلاف کے کارناموں سے بے خبر اور بے زار ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ قافلہ 'ختم نبوت' کے نامور اور معتبر مشاہیر قبروں کے اسیر ہو کر گمنامی کی دلدل میں اُتر چکے ہیں۔ مجاہدینِ ختم نبوت کے کتبوں سے نام ونسب اور خدمات کے رنگ جھڑ گئے ہیں کہ تحریر سمجھنا مشکل ہے۔ دھول زدہ مٹی گویا حشرات کا گھروندہ ہے جہاں اب اکّا دکّا زہریلی جڑی بوٹیوں کا قبضہ ہے۔ قبروں کے متولی بھی اب قبروں اور تعویزوں کی پہچان بھولتے جا رہے ہیں۔ نامور مشاہیر کی اولادیں کہاں ہیں؟ چند ایک کو چھوڑ کر ان کے نام تک لوگ نہیں جانتے؟ اب تو حالت یہ ہے کہ اس حساس موضوع پر لکھنے والے معروف ادیبوں اور مصنفین کی کتابیں لاہور کی پرانی انارکلی کے اتوار بازار میں فٹ پاتھوں پر ملتی ہیں جو سارا دن دھوپ میں پڑی رہتی ہیں شام کی تاریکی پھیلنے کے ساتھ ہی کتاب فروش ان علمی خزانوں کو اسی طرح اٹھا کر واپس بوریوں میں لپیٹ دیتا ہے اور کہیں یہ قلمی معرکے کسی ویران لائبریری کی گرد آلود بند شیشے کی الماریوں میں پڑے دکھائی دیتے ہیں۔

سوچنے کا مقام ہے کہ کئی برس بیت گئے لیکن لوگوں کے اخلاق و کردار کی تربیت نہ ہونے کے باعث احمدیہ مخالف نوجوان کے لہجے میں فرعونیت، لفظوں میں بے ربطی، آواز میں بے بسی، جھنجلاہٹ اور اظہار میں مایوسی واضح ہے۔ لہذا جب کبھی کوئی نوجوان فرقہ احمدیہ سے ہم کلام ہو کر بحث و تکرار کی کیفیت سے گذرتا ہے تو امتِ مسلمہ کے ان نوجوانوں کی تحریرات، تبصرے اور نعرے پڑھ کر کراہت، گھِن محسوس ہوتی ہے۔ جاری ہے۔

مضمون کا باقی حصہ صفحہ 45 پر ملاحظہ فرمائیں۔ شکریہ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا محبوب شہر "مدینہ منورہ"

حسن خان۔لندن

مدینہ منورہ کے چھ نام تھے جو درج ذیل ہیں!

ا۔یثرب۔۲۔مدینہ منورہ۔۳۔طابہ۔۴۔طیبہ۔۵۔الدّار۔ ۶۔الایمان۔

یادرہے کہ مسلمانوں کی ہجرت سے قبل اس شہر کا نام یثرب تھا۔مگر بعد میں آنحضرت ﷺ نے اس کا نام مدینہ منورہ فرمایا۔

محل وقوع: مدینہ منورہ سعودی عرب کے مغرب میں درمیانی حصہ میں واقع ہے۔اس کا طول 36039 اور عرض 28024 ہے اور سطح سمندر سے بلندی 625 میٹر ہے۔مکّہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا فاصلہ 430 کلومیٹر اور تقریباً 340 میل ہے۔

موسم: مدینہ منورہ کا موسم خشک ہے۔موسم گرما میں درجہ حرارت 45-30 کے درمیان رہتا ہے۔اور موسم سرما میں 25-10 ڈگری کے درمیان رہتا ہے۔ سب سے زیادہ درجہ حرارت جون سے ستمبر تک رہتا ہے۔بارشیں عموماً نومبر، جنوری سے اپریل تک ہوتی ہیں۔یہاں کی ہوا عموماً پُرسکون رہتی ہے۔

آبادی: طوفانِ نوح کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی نسل میں سے پانچویں اور چھٹی نسل کے لوگ سب سے پہلے یہاں آکر آباد ہونے شروع ہوئے۔اس کے بعد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی آبادی بڑھنی شروع ہوگئی۔اس طرح بعد میں عرب کے دیگر مختلف علاقوں سے لوگ انفرادی طور پر یہاں آباد ہوتے گئے۔589 قبل مسیح میں بابل کے فرمانروا بخت نصر نے یہود کو نکالا تو ان میں سے بڑی تعداد نے یہاں آکر پناہ لی۔ اس کے بعد یہودیوں کے دیگر قبائل نے دوسری صدی عیسوی میں یہاں آکر بود و باش اختیار کی۔جن میں مشہور قبائل بنونضیر، بنوقریضہ، اور بنوقینقاع تھے۔اس کے بعد اوس اور خزرج یمن سے آکر یہاں آباد ہوئے۔

ایک اندازے کے مطابق اسلام سے پہلے اس شہر کی آبادی تقریباً بارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔مگر جب مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تو یہاں کی آبادی میں خاصا اضافہ ہوگیا۔مگر چودھویں صدی عیسوی میں اس مبارک شہر نے بڑی ترقی کی جس کی بڑی وجہ گاڑیوں کی سہولت تھی جس سے بڑی تیزی کے ساتھ اس شہر کی آبادی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

موجودہ سعودی دور کے آغاز 1925ء میں پھر یہاں کی آبادی میں خاصا اضافہ ہوتا چلا گیا۔ایک اندازے کے مطابق 1992ء میں چھ لاکھ افراد پر مشتمل آبادی ریکارڈ کی گئی۔اور 2012ء میں یہاں کی آبادی گیارہ لاکھ سے اوپر ریکارڈ کی گئی۔

مدینہ منورہ کے بانی: تاریخ دانوں کی رائے کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے پوتوں میں سے چھٹی یا آٹھویں نسل نے اس شہر کو بسایا تھا۔اس کا قبیلہ "عبیل" کے نام سے معروف ہے مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اور لوگوں نے بھی انفرادی اور اجتماعی طور پر اس مبارک بستی کا رُخ کیا۔اس کے بعد قوم عمالیق کے لوگ بھی آئے جنہوں نے اس بستی کو زراعتی بستی بنادیا۔

132ء میں یہاں یہودیوں کے 3 قبیلے پہنچے۔جن میں بنوقریضہ ،بنونضیر اور بنوقینقاع تھے۔ان قبائل نے اپنی روایتی تجارت اور زراعت پر اپنی توجہ مرکوز کی۔بعد میں دو اور قبیلے "اوس" اور "خزرج" نے یمن سے ہجرت کرکے یثرب کے غیر آباد علاقہ کو اپنا مسکن بنایا۔یہودیوں نے ان دو قبیلوں سے مزدوری لینی شروع کی۔مگر وقت کے ساتھ ساتھ جب یہ دو قبیلے بھی اپنی محنت سے طاقت پکڑتے گئے تو یہودیوں کے دلوں میں ان کے لئے نفرت کے جذبات اُبھرنے لگے۔پھر یہودیوں نے ان سے اپنے عہد و پیمان توڑ کر ان پر ظلم و ستم ڈھانا اور ہر لحاظ سے تنگ کرنا شروع کردیا۔بعضوں کو قتل بھی کردیا جس سے اوس اور خزرج قبیلوں نے شام کے غسان قبیلہ سے مدد طلب کی۔جس سے غسان قبیلہ نے ایک بڑا لشکر تیار کر کے بھیجا جس نے یہودیوں کی شان و شوکت کو خاک میں ملادیا۔مگر پھر بھی اوس اور خزرج قبیلوں کی یہودیوں کے قبیلوں سے تقریباً ایک سو بیس سال تک یہودیوں میں خون ریز جنگ چلتی رہی۔آخری اور مشہور جنگ "بعاث" کہلائی جس میں فریقین کی ایک بڑی تعداد ہلاک ہوئی۔مگر جب آنحضرت ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اسلام کی پیاری تعلیم اور بھائی چارہ نے پھر دونوں حریف قبیلوں کو ایک دوسرے کا رفیق بنادیا۔

عہدِ نبوی ﷺ: (1 سے 11ھ ۔ 632ء ۔ 622ء) جب آپؐ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو بڑی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ یثرب سے مدینہ منورہ ہوگیا۔ اوس اور خزرج قبیلوں اور یہودی قبیلوں کے درمیان جو برسوں سے دشمنیاں اور عداوتیں چلی آ رہی تھیں محبت اور اخوت میں بدل گئیں۔ یہودیوں اور اوس اور حزج کے قبیلوں میں سے بعض نے اسلام قبول کرلیا اور باقی یہودیوں نے اپنے مذہب پر رہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے موافقت کے ساتھ رہنے کا عہد کرلیا۔ ادھر کفار مکہ کو مسلمانوں کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا جو دُکھ تھا کہ ان کے ہاتھ سے مسلمان کیسے نکلتے جا رہے ہیں انہوں نے ان کو زیر کرنے کیلئے ایک لشکرِ جرار لے کر مدینہ منورہ کی طرف لشکر کشی کی۔ ادھر جب مسلمانوں کو اس کی خبر ہوئی تو مسلمان بھی مدینہ منورہ سے نکل کر ان کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے بالآخر بدر کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا جس میں کفار مکہ کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ یہ جنگ ۲ ہجری میں ہوئی۔ اس کے بعد دو اور جنگیں بھی ہوئیں جن میں جنگِ اُحد اور جنگ خندق ہے۔ ہر جنگ میں خدا تعالیٰ نے کفار مکہ کو شکست سے دوچار کیا۔

خلافِ راشدہ کا زمانہ: پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وفات کے بعد خلافتِ راشدہ کا زمانہ 632ء سے 660ء تک رہا۔ جو کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت حسنؓ کی بیعت لی گئی تو حضرت حسنؓ نے فتنہ سے بچنے کیلئے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست برداری اختیار کر لی۔

بنو امیہ کا دور 656ء سے 660ء تک رہا اس کے بعد یکے بعد دیگرے عباسی دور 749ء سے 1258ء تک رہا، پھر مما لیکی دور 1254ء سے 1517ء تک، عثمانی حکمرانی دور 1017ء سے 1805 تک پھر سعودی حکمرانی کا عہدِ اوّل دور 1805ء سے 1811ء تک، پھر محمد علی باشا کا دور 1811ء سے 1840ء تک، پھر عثمانی حکومت کا دوسرا دور 1840ء سے 1918ء تک، اس کے بعد ہاشمی دور 1918ء سے 1925ء تک۔ ہاشمی دور حکومت کے بعد پھر سعودی قائدین نے ایک بڑا لشکر بھیجا جس نے مدینہ منورہ کا سات ماہ تک محاصرہ کیا۔ بلا آخر سعودی حکومت نے مدینہ منورہ کو سعودی حکومت کا حصہ بنالیا۔ اس طرح ہاشمی دور ختم ہوکر سعودی دور کا آغاز ہوگیا۔ اس دور میں سعودی حکومت نے مدینہ منورہ کی ترقی کے لئے دن رات کام کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے زائرین کے لئے ہر طرح سے آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

مدینہ منورہ کے بارہ حضرت امام بخاریؒ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا اور اس کے لئے دعا کی ہے۔ مَیں مدینہ منورہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ نیز حضرت امام بخاریؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ عیر پہاڑی سے ثور پہاڑی تک حرم ہے۔ جس نے یہاں کوئی برائی کی یا کسی برائی کرنے والے کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

مسجد نبوی کی تاریخ: ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس وقت مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے، آپؐ نے اس جگہ مسجد کی بنیاد رکھی جہاں آپکی اونٹنی بیٹھی تھی۔ مسجد کی اس وقت بناوٹ چوکور تھی جس کا رقبہ تقریباً ایک ہزار ساٹھ میٹر مربع تھا۔

(حوالہ مدینہ منورہ ماضی وحال کے آئینہ میں صفحہ ۴۴)

۷ ہجری 628ء میں مسلمانوں کی تعداد بڑھنے سے مسجد تنگ ہوگئی تو آپؐ نے اس کی توسیع کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ اس کا رقبہ مغرب اور شمال سے دو ہزار چار سو چھتر مربع میٹر ہوگیا۔ پھر ۸۸ ہجری 706ء میں اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے توسیع کا بیڑہ اٹھایا اور توسیع مغرب شمال اور مشرق کی سمتوں میں ہوئی۔ اس توسیع میں حجرہ حضرت عائشہؓ جس میں مزار مبارک آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ تمام حجروں کو بھی مسجد نبوی میں شامل کرلیا گیا۔ اس کے علاوہ عباسی خلیفہ مہدی نے مسجد نبوی کی توسیع کا حکم دیا۔ اس طرح مسجد نبوی کا کل رقبہ 8 ہزار آٹھ سو نوے (8890) مربع میٹر ہوگیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے ہر دور میں اس کی توسیع ہوتی رہی۔ بلا آخر 1984ء میں خادم حرمین شریفین شاہ فہد نے زائرین کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے مسجد نبوی کی بڑی توسیع کا حکم دیا۔ اس کی تکمیل میں 10 سال کا عرصہ لگا۔ اور اس میں 82 ہزار مربع میٹر کا مزید اضافہ ہوگیا۔ جس کے بعد مسجد نبوی کا کل رقبہ چار لاکھ تین سو ستائیس ہزار مربع میٹر ہوگیا۔ 2005ء میں ملک عبد اللہ بن عبد العزیز نے مسجد نبوی کے صحن میں دھوپ سے بچاؤ کیلئے 250 بڑی بڑی چھتریاں لگوائیں، پنکھے لگوائے گئے اور ہوا کو ٹھنڈا رکھنے کیلئے پانی کا اسپرے کرنے کا انتظام کیا گیا۔ اس

وقت تقریباً 20 لاکھ نمازیوں کی گنجائش موجود ہے۔

مسجد نبوی میں چند تاریخی آثار: ریاض الجنہ اور روضہ شریف وہ جگہیں ہیں جو آنحضرتﷺ کے گھر یعنی (حجرہ حضرت عائشہؓ) سے منبر شریف کے درمیان میں واقع ہیں۔یعنی جنت کی کیاری یا باغیچہ۔یہ نام اس لئے ہے کہ حدیث شریف میں ہے جسے حضرت امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ’’میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔‘‘اس روضہ مبارک کے قبلہ والی دیوار میں وہ محراب نبوی ہے جس میں رسول اللہﷺ نماز کی امامت فرمایا کرتے تھے۔اس ریاض الجنہ کے مغربی کونہ پر منبر شریف ہے۔اس میں بہت سے ستون ہیں جن میں ستون عائشہؓ، ستون وفود، ستون توبہ، ستون مخلفہ، ستون سریر اور ستون حرس ہیں۔

اس وقت مسجد نبوی میں مندرجہ ذیل پانچ محرابیں ہیں۔

نمبر ا۔محراب نبوی: محراب نبوی ریاض الجنہ میں واقع ہے۔اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس جگہ پر بنوایا جہاں پر آنحضرتﷺ تحویل قبلہ کے بعد صحابہ کرامؓ کی امامت فرماتے تھے۔موجودہ محراب کو 1483ء میں سلطان اشرف قایتبائی نے بنوایا تھا۔

نمبر ۲۔محراب عثمانی: یہ محراب مسجد نبوی کے آگے والا حصہ میں قبلہ والی دیوار میں ہے جہاں حضرت عثمان غنیؓ مسجد نبوی میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔بعد میں سلطان اشرف قایتبائی نے 1483ء میں تجدید و ترمیم کروائی جہاں پر آج بھی امامت ہوتی ہے۔

نمبر ۳۔محراب تہجد: جہاں پر عموماً آنحضرتﷺ تہجد ادا فرماتے تھے۔

نمبر ۴۔محراب سیدنا فاطمہؓ: جہاں پر حضرت فاطمہؓ کا گھر تھا۔

نمبر ۵۔محراب سلیمانی یا محراب حنفی: جس کو طوغان شیخ نے 1455ء میں بنوایا تھا۔پھر بعد میں سلیمان قانونی نے 1531ء میں اس کی تجدید کروائی اس لئے اس کی طرف یہ محراب منسوب ہوتی ہے۔

نمبر ۶۔منبر شریف: پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمدﷺ ایک لکڑی سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اس کو بعد میں اس کا ایک منبر تیار کیا گیا۔جس میں تین درجے تھے اس کو محراب کی مغربی جانب رکھ دیا گیا۔1226ء میں مسجد نبوی کو آگ لگنے سے یہ منبر بھی جل گیا۔جس کو بعد میں سلطان مراد عثمانی کے دور میں 1589ء میں دوبارہ تیار کیا گیا۔

نمبر ۷۔محراب صفہ: یہ وہ محراب ہے جس کو ایسے مہاجرین کی رہائش کیلئے تیار کیا گیا تھا جو بغیر بیوی بچوں کے، فقراء اور مساکین تھے۔جن کا خاص کام تعلیم قرآن مجید اور رسول اللہﷺ سے یا صحابہ کرامؓ سے احکام شریفہ کا سیکھنا اور سکھانا تھا۔اصحابِ صفہ میں سے بعض صحابہ کرامؓ مشہور ہوئے جن میں سب سے زیادہ مشہور حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔

مدینہ منورہ میں چند مشہور مساجد: **مسجد قباء:** یہ وہ پہلی مسجد ہے جو زمانہ اسلام میں تعمیر ہوئی۔جب آپ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائے تو آپؐ نے اس جگہ کو مسجد کی جگہ تعین فرمائی اور اس کی تعمیر میں بنفس نفیس شرکت فرمائی۔آپ گاہے بگاہے یہاں تشریف لے جاتے اور اس مسجد میں نماز ادا فرماتے۔خصوصاً ہفتہ کے روز آپؐ تشریف لے جایا کرتے رہے۔اس مسجد کے بارہ آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے کہ اس مسجد میں جس نے نماز پڑھی تو اس کو عمرہ کا ثواب ملے گا۔(سنن ابن ماجہ) اس مسجد کی فضیلت کی وجہ سے ہر دور میں اس مسجد کی تعمیر و توسیع کا حکم جاری ہوتا رہا۔

مسجد جمعہ: اس مسجد کے نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آنحضرتﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلے اسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔اس کی تجدید و توسیع متعدد بار ہوئی۔اور آخری توسیع 1991ء میں ہوئی۔**مسجد اجابہ (مسجد بنو معاویہ):** یہ مسجد نبوی کے شمال مشرق میں 580 میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔یہ بنو امیہ کے محلّہ میں عہد نبوی میں تعمیر ہوئی۔گذشتہ صدیوں میں متعدد بار اس کی تجدید و توسیع ہوتی رہی۔آخری توسیع سعودی حکمران شاہ فہد کے زمانہ میں ہوئی۔

مسجد ابوذر (مسجد السجدہ): یہ مسجد نبوی کے شمال کی سمت میں 900 میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔یہ مسجد السجدہ اور مسجد الشکر سے بھی معروف ہے۔مگر اس وقت یہ مسجد ابوذر کے نام سے مشہور ہے۔

مسجد میقات: یہ مسجد، مسجد نبوی سے تقریباً 12 کلومیٹر کے دوری پر واقع ہے۔اس مسجد کی پہلی تعمیر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے 712ء میں کی۔آخری توسیع شاہ فہد کے دور میں ہوئی۔اس مسجد میں ملحق غسل خانہ، وضو کرنے اور احرام باندھنے کی سہولیات میسر ہیں۔

مسجد رایہ: یہ چھوٹی سی مسجد ذباب پہاڑی کے اوپر بنائی گئی ہے۔روایت ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرتﷺ کیلئے خیمہ یہاں پر نصب کیا گیا تھا۔یہ مسجد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں 712ء میں تعمیر ہوئی۔اس کا رقبہ صرف 61 میٹر ہے اور اونچائی 5 میٹر ہے۔(جاری ہے)

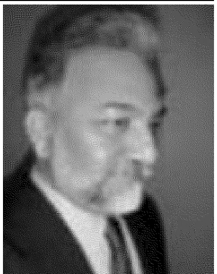

باعثِ تحریر آنکہ۔۔۔

''ہم ماٹی کے پتلے ضرور ہیں، گھگھو گھوڑے تو نہیں''

تحریر: ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

صوفی بزرگ شخصیت بابا بلھے شاہ اور ان کے پرحکمت عارفانہ کلام سے کون واقف نہیں۔ سیدھے سادھے الفاظ میں زندگی کے آفاقی حقائق ایسے دلنشین الفاظ میں بیان کر گئے جو ہر مکتبہ فکر ہی نہیں ہر طبقہ فکر کو بھی یکساں متاثر کر رہے ہوتے ہیں۔ کوئی بھی تو ان کے الفاظ میں چھپے فلسفوں سے انکار نہیں کر سکتا۔ مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

ماٹی کدم کریندی یار ، واہ واہ ماٹی دی گلزار
ماٹی گھوڑا ، ماٹی جوڑا، ماٹی دا سوار
ماٹی ماٹی نوں دوڑاوئے ماٹی دا کھڑکار
ماٹی ماٹی نوں مارن لگی ، ماٹی دے ہتھیار
جس ماٹی پر بوہتی ماٹی سو ماٹی ہنکار
ماٹی باغ ، بغیچہ ماٹی ، ماٹی دی گلزار
ماٹی ماٹی نوں دیکھن آئی ماٹی دی بہار
ہس کھیڈ پھر ماٹی ہووے پیندی پان پسار

جن قارئین نے مذہبی کتب بائبل یا قرآن مجید کا مطالعہ نہیں کیا، وہ مندرجہ بالا اشعار کا ترجمہ اور مفہوم ماضی کے ایک مشہور زمانہ گیت ''ارے ماٹی کے پتلے تجھے کتنا گمان ہے'' کی شکل میں سن اور سمجھ سکتے ہیں۔

مرزا غالب نے یہی حقیقت کچھ یوں بیان فرمائی تھی کہ۔

زندگی کیا ہے ، عناصر کا ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے ، انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

معلوم ہوتا ہے بابا بلھے شاہ اور مرزا غالب آرگینگ کیمسٹری اور ڈی این اے کی مالیکولر بیالوجی یا جینیٹک انجنیر نگ میں پی ایچ ڈی ڈگری یافتہ تھے۔ کیونکہ یہ باتیں تو آج کی جدید سائنس نے ہمیں بتائی ہیں کہ کرہ ارض میں پائے جانے والے اجزاء کی ایک خاص ترتیب سے انسان کا بنیادی جینیاتی سانچہ یا ڈھانچہ یعنی ڈی این اے کا ڈبل ہیلیکل کمپلیکس بنا ہوا ہے۔ جب اس ڈی این اے کے کمپلیکس کی خاص ترتیب میں خلل واقع ہونا شروع ہوتا ہے تو موت وارد ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ مرنے کے بعد گل سڑ کر پھر یہی اجزاء کرہ ارض کی اسی مٹی کا حصہ بن جاتے ہیں جہاں سے ان کا ظہور ترتیب شروع ہوا تھا۔

انسان کے علاوہ دیگر موجودات بشمول حیوانات، نباتات کے ڈی این اے اور ان کے اجسام کی بھی یہی ماہیت وحقیقت ہے۔ سب ماٹی ہی تو ہے۔ اس نکتہ نظر سے بابا بلھے شاہ کے الفاظ میں گھوڑا اور اس کے اوپر بیٹھا انسان کیا ہے؟، دراصل ماٹی کے اوپر ماٹی بیٹھی ہے۔ اسی طرح باغ میں اگی گھاس، درخت، پھل، پھول بھی ماٹی ہیں جن کے نظارے کرنے ماٹی (انسان) چلتی پھرتی سیر کرتی نظر آتی ہے!۔

بابا بلھے شاہ اور مرزا غالب اگر سائنس نہیں پڑھے ہوئے تھے تو قرآن مجید تو ضرور پڑھے ہوئے ہوں گے جس میں یہی حقیقت کچھ ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ: وَاللّٰهُ خَلَقَكُم مِّنْ تُرَابٍ (35:12) یعنی اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ کہ: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (23:13) ترجمہ: ہم نے انسان کو گوندھی ہوئی (گیلی) مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔ اور اسی طرح ایک اور مقام پر یہ فرمایا کہ: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (15:27)، یعنی ہم نے انسان کو کیچڑ سے بنی کنکھتی ہوئی ٹھیکریوں سے پیدا کیا ہے۔

قارئین کرام! قرآن کریم فرقان حمید کی ان مذکورہ بالا آیات میں ایک تو سائنسی حقیقت بیان کی گئی ہے جس کا مختصر تذکرہ اوپر ہو چکا۔ اکثر مفسرین ان آیات کا یہ مطلب بھی اخذ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خاک سے پیدا کیا، اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ اس کی سرشت میں اللہ تعالیٰ نے خاکساری رکھ دی ہے اور وہ اس سے خاکساری کی توقع رکھتا ہے۔

یہاں تک تو ٹھیک، لیکن قرون وسطیٰ کے زمانہ کے کچھ مفسرین ان آیات سے سیدھا سیدھا یہ استنباط کرنے لگ گئے کہ انسان گوندھی ہوئی گیلی مٹی سے بنایا ہوا، ماٹی کا محض ایک ایسا پتلا ہے جس کے اپنے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ بالکل ایسے جیسے گھگھو گھوڑے (مٹی کے کھلونے) ہوتے ہیں۔ ان کا اپنا کوئی ارادہ یا طاقت وسکت نہیں ہوتی۔ ان سے کھیلنے والے بچے انہیں جس رخ پہ کھڑا کر دیں، کھڑا رہتے ہیں، جہاں موڑ دیں مڑ جاتے ہیں، جہاں ہاتھ سے پکڑ کر اچھال اچھال کر چلاتے جائیں چلتے جاتے ہیں

وغیرہ۔گویا انسان نہ ہوا گھگھوگھوڑا ہو گیا۔بے بس، لاچار، بے اختیار اور مجبور۔بقول میر تقی میرؔ ؎

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

قرآن کریم کی ان آیات کی اس تفسیر سے لوگوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ انسان کو کسی قسم کی قدرت حاصل ہی نہیں، قدرت محض اس کے خالق کو ہی حاصل ہے۔انسان اپنے اعمال میں مجبور ہے، خواہ وہ اچھے اعمال ہوں یا برے۔کامل مجبوری کی اس سوچ اور نظریہ کے حامل علماء اور ان کے پیروکار رفتہ رفتہ ایک فرقہ کی شکل اختیار کر گئے جو ''الجبریہ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ان کے مخصوص عقائد کی بنیاد محض مندرجہ بالا آیات ہی نہیں تھیں بلکہ قرآن کریم کی متعدد دیگر ایسی آیات بھی تھیں جن میں مسئلہ تقدیر بیان ہوا ہے اور ان میں سے بعض آیات کے یہ معنی اور تفسیر کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فعل، ہر واقعہ، ہر کام پہلے سے ہی لکھ دیا ہے لہٰذہ انسان اگر کوئی فعل کرتا ہے تو یہ اس کی مرضی یا ارداہ سے نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ اس لئے اس سے سرزد ہو رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے اس کے مقدر میں اس فعل کا کرنا مقرر کر رکھا تھا وغیرہ۔

قارئین میں سے بعض کو یہ جان کر حیرانی ہوگی کہ مسیحی فرقوں میں سے بھی بعض فرقے مسلمانوں کے ''الجبریہ'' فرقے کی طرح کے عقائد رکھتے ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں تک سینٹ پال کی متعارف کردہ عیسائیت کا تعلق ہے تو جہاں تک نسلِ آدم کے نام نہاد ''موروثی گناہ'' اور اس کے کفارہ کا عقیدہ ہے وہ اسی گھگھوگھوڑے والی مجبوری کا شاخسانہ ہی ہے، ایک ایسا گناہ جو نسل انسانی میں ایسے در آیا کہ اس سے چھٹکارہ پانا ناممکن ہو گیا تھا۔اس عقیدہ پر تو تمام جدید مسیحی فرقے ایمان رکھتے ہیں۔

لیکن یہاں راقم قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات کے، جن میں انسان کے مٹی سے پیدا کئے جانے کا ذکر ہے، الفاظ اور مفہوم سے مطابقت رکھتی ان عبارات کا ذکر کرنا چاہتا ہے جو بائبل میں درج ہیں۔اور پھر بائبل کی ان عبارات کی تفسیر اور تشریح کرنے والے ایک فرقے کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہے جو مسلمانوں کے ''الجبریہ'' فرقے کی مانند عقائد رکھتے ہیں کہ انسان اپنے اعمال میں مجبور ہے۔وہ ماٹی کا پتلا ہی نہیں گھگھوگھوڑا بھی ہے جس کی تقدیر پہلے سے لکھ دی گئی ہے۔

عہدنامہ قدیم میں درج ہے کہ: ''اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا''۔ (پیدائش 7:2)

خدا نے انسان کو مٹی سے تخلیق کرنے کے بعد بتایا بھی کہ ''تم مٹی سے ہو، اور مٹی میں ہی لوٹائے جاؤ گے'' (پیدائش 3:19)

یہ مٹی بھی اسی طرح گیلی مٹی ہے جسے خلاقِ اعلیٰ خداوند خدا نے اپنے ہاتھوں سے گوندھ کر انسان کا خاکی پتلا تیار کیا۔بائبل کے عہدنامہ قدیم کی کتاب یسعیاہ باب 64 آیت 8 کے پیارے الفاظ میں:

''اے ہمارے خدا تم ہمارے باپ ہو، ہم گوندھی مٹی (clay) ہیں اور تم ظروف ساز (potter)۔ہم سب تمہارے ہاتھوں کے ڈھلے ہیں''۔

کتنا لطف آتا ہے ازمنہ گزشتہ کی کتب سماوی کی عبارات پڑھ کر جن کی تصدیق فرقانِ حمید کی آیات بینات سے ہو رہی ہوتی ہے!۔

بہر حال بات ہو رہی تھی مسیحی فرقوں کی جنہوں نے مسلمانوں کے جبریہ فرقے کی مانند یہ تصور کر لیا کہ انسان مجبور ہے، اس کے اعمال اور قسمت پہلے سے مقرر اور طے شدہ ہیں۔یہ خیال اور نظریہ مسئلہ تقدیر کو پوری طرح سے نہ سمجھنے کے نتیجے میں پیدا ہوا۔انگریزی میں اسے PRE-DESTINY DOCTRINE کہا جاتا ہے۔

اس قسم کے نظریہ یا عقیدہ کا حامل ایک مسیحی فرقہ ریفارمڈ پریس بائی ٹیرئن (PRESBYTERIANS) ہے جس کے منشور میں لکھا ہوا ہے کہ اس کے ممبران کے لئے پہلے سے مقرر شدہ انسانی قسمت یعنی PRE-DESTINY پر ایمان لانا ضروری ہے۔

مضمون طویل تر ہو جائے گا لیکن راقم کے نزدیک منشور کے متعلقہ حصہ کی اصل عبارت بطور حوالہ درج کرنا ضروری ہے:

آرٹیکل 4:

These angels and men,thus predestinated and fore-ordained,are particularly and unchageable designed,and their number is so certain and definite,that it cannot be either increased or diminished.

آرٹیکل 5:

Those of mankind that are predestnated unto life,God,before the foundation of the world was laid,according to His eternal and immutable purpose,and the secret counsel and good pleasure of His will,hath chosen,in Christ,unto everlasting glory,out of His mere free grace and love.without any foresight of faith or good works.

بحوالہ: The Constitution of the Reformed Presbyterian Church Chapter3(Page 16-20)

گویا اچھے اعمال اور ایمان کا یہاں کوئی کام نہیں کیونکہ انسان خودمختار نہیں مجبور ہی ہے اور سب کچھ پہلے سے طے شدہ ہے۔ بالکل وہی نظریہ جو مسلمانوں کے الجبریہ فرقے نے پیش کیا اور اپنا لیا۔

ان ہر دو فرقوں کے مدمقابل عیسائیوں میں سے بھی اور مسلمانوں میں سے بھی علماء کرام اور مفسرین، مجتہدین وغیرہ نے یہ استدلال پیش کیا کہ اگر انسان مٹی کا مادھو یا پتلا ہونے کے ناطے اپنے اعمال میں مجبور ہے تو پھر یوم حساب، جزا سزا، جنت دوزخ کاہے کو بنائی گئی۔ دعا اور استغفار، عبادات کا کیا فائدہ ہوا۔ لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے معنی کیا ہوئے، لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ سے کیا مراد ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح بائبل کے عہد نامہ جدید میں صاف طور پر یہ بھی لکھا ہے کہ اعمال صالحہ کے بغیر ایمان مردہ ہی رہ جاتا ہے، (جیمز باب دوم)۔ حزقیل نبی کی کتاب کے باب 33 میں لکھا ہے کہ موت سے بچنا ہے تو برائی کو ترک کر دو اور نیکی اختیار کرو، تمہارے گناہ مٹا دئے جائیں گے۔

اس کا مطلب کیا ہوا، قرآن مجید کے الفاظ میں انسان خودمختار ہے، خواہ اچھے کام کرے خواہ برے۔

مؤخرالذکر دلائل کے ساتھ الجبریہ فرقہ کے بالمقابل جو لوگ آگے آئے وہ "القادریہ" کہلائے۔ واضح رہے کہ یہ وہ "قادریہ" نہیں جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی نسبت سے قادریہ کہلاتے ہیں۔ یہ اس لئے القادریہ کہلائے کہ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ انسان اپنے اعمال اور اپنے انجام کے لحاظ سے مجبور نہیں بلکہ اپنے اعمال پہ قادر بھی ہے اور ذمہ دار بھی۔ چاہے تو اچھے اعمال بجالا کر جنت کمالے، اور چاہے تو بُرے اعمال بجالا کر دوزخ کا ایندھن بن جائے جیسا کہ اقبالؒ نے کہا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

لیکن اقبالؒ یہ بات کہتے ہوئے غالباً اس خاکی انسان کی خاکی، یعنی ارضی یا دنیاوی زندگی کی ہی بات کر رہے تھے، کیونکہ جہاں تک اخروی زندگی کی جنت اور دوزخ کا تعلق ہے تو وہ ایک الگ مضمون ہے۔ وہاں اعمال کی بات تو ہوگی لیکن انسان کی نیت اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت بھی کارفرما ہو رہی گی۔ بات کہیں سے کہیں نکل جائے گی، خلاصتاً یہی کہنے پہ اکتفا کرتا ہوں (شاید کوئی قاری اس سے اختلاف بھی رکھتا ہو) کہ ضروری نہیں کہ برے اعمال ضرور دوزخ میں یا نیک اعمال جنت میں ہی لے کر جائیں گے۔ (یہ بات تو وابستہ ہے مولا کے کرم سے)۔

نفسِ مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کے ساتھ ہی اسے دونوں راستے سمجھا کر ان پہ چلنے کی قدرت عطا فرمادی تھی۔ ارشادِ ربانی ہے "وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ" (اور ہم نے اُسے دو واضح راستوں کی راہ بتادی۔ سورۃ البلد)۔ اور پھر فرمایا کہ "اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ" (تم جو چاہو سو کرو۔ حٰم السجدہ)۔

اس ساری گفتگو کا یہ نتیجہ نکالنے میں راقم خود کو حق بجانب سمجھتا ہے کہ انسان اپنی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے ماٹی اور سرشت کے لحاظ سے خاکساری کا پتلا تو ضرور ہے لیکن گھگھو گھوڑے کی طرح بے اختیار ہرگز نہیں۔

تقدیر کے مسئلے کو پوری طرح سے نہ سمجھنے والے بعض انسان دوسرے انسانوں کو مذہب اور خدا سے دور کر دینے کا موجب بن گئے۔ عہد حاضر کا ایک معروف سائنسدان "الجبریہ" اور ریفارمڈ پریس بائی ٹیرئن چرچ کی آئیڈیالوجی (PRE-DESTINY) پر یہ طنز کرتا ہوا دنیا سے رخصت ہو گیا کہ:

"تقدیر (DESTINY) پہ ایمان رکھنے والے بھی سڑک عبور کرنے سے پہلے دائیں بائیں دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں"۔

معلوم ہوتا ہے سٹیفن ہاکنگ "القدریہ" کے دلائل ونظریات سے کافی متاثر تھا!۔

رنگ	ہیں	سارے	مٹی کے
بے	رنگے	اس	پانی سے

”چھوڑ و غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے“

شگفتہ حسن صاحبہ۔ لندن

عصر حاضر میں انسان کہلانے والی مخلوق کا بے شمار آسانیاں حاصل کرنے کے باوجود ان گنت دکھوں کا شکار ہو کر بے بسی کی موت مرنا دراصل تکبر ہی کا مرہون منت ہے۔ طاقتور ممالک کو جدید ٹیکنالوجی نے اس قدر تکبر و غرور میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ غریب ممالک کے باشندوں کی رگوں میں بہنے والے خون کو بھی اپنے خون سے کمتر سمجھتے ہیں۔ اور غریب ممالک کے باشندے اپنی جہالت پر نازاں ہیں، اپنی جاہلانہ رسوم کے بل بوتے پر دیگر تعلیم یافتہ قوموں کو بدنصیب اور بے ایمان قرار دے کر اپنی گردنوں میں تکبر اور خود پسندی کا راڈ ڈال کر اکڑاتے ہیں۔ جہاں تک اُن مسلمانوں کا تعلق ہے جن کا ماننا ہے کہ سب سے کامل دین ہمارا ہے، کامل ترین شریعت ہماری ہے اور تمام انبیاء علیہ السلام سے برتر و اعلیٰ ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں، ان کی حالت زار دیکھ کر کسی بھی باشعور انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ مسلمانوں پس ماندگی اور جہالت کا باعث بھی جاہلانہ تکبر اور خود پسندی ہی ہے۔ مسلمان ممالک میں ایسی کوئی برائی نہیں ہے جو نہ پائی جاتی ہو۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں سات سو بار کائنات پر غور و فکر کی تلقین کی گئی ہے مگر مجال ہے کہ ان کے کان پر جوں بھی رینگی ہو، تکبر اس بات پر ہے کہ جو دریافت بھی کافر کرتے ہیں وہ قرآن کی تصدیق کرتی ہے۔ تکبر کی انتہا ہے کہ صرف مسلمان ہی جنت میں جائیں گے، جتنی چاہے برائیاں کر لیں آخر کار جنت ہی میں جائیں گے، کافر انسانیت کے فائدہ کے لیے کچھ بھی کر لیں بہرحال جہنم میں ہی جائیں گے، اور جہنم ہی میں رہیں گے۔ یہ تکبر کا انداز صرف غیر مسلموں تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان فرقے ایک دوسرے کو بدمذہب، زندیق، مرتد، کافر اور جہنمی قرار ہی نہیں دیتے بلکہ گالیاں دینے اور مار پیٹ سے بھی گریز نہیں کرتے۔ حکمرانوں کو اس بات پر تکبر ہوتا ہے کہ وہ طاقتور ممالک کے منظور نظر ہیں، ان آقاؤں کی خدمت کے لیے ایک اشارے کے منتظر رہتے ہیں، اپنے اسلامی برادر کہلانے والوں کے لہو سے دریا بہانے کے لیے بھی تیار رہتے ہیں۔ اچھائیوں پر تکبر کرنے والے کم از کم پاکستان میں بہت کم ہیں، برائیوں پر تکبر عام بات ہے۔ رشوت لینا اور دینا بھی آرٹ سمجھا جاتا ہے اور اس پر فخر بھی کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر قدیر کو اس بات پر فخر و غرور ہے کہ اس نے ٹیکنالوجی کو شاندار طریقے سے چوری کر کے قوم کو ایٹم بم کا تحفہ دیا۔ ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، دھوکا دینا، حرام جانور مسلمانوں کو کھلانا، حق مارنا، ظلم کرنا، میاں بیوی کو لڑانا وغیرہ وغیرہ پر تکبر کرنا دراصل ابلیسیت کا خاصہ ہے۔

علم و ہنر سیکھنا اور دیگر نیک عمل کرنا اور اس پر خوش ہونا عمدہ بات ہے مگر جب اس علم و ہنر اور نیک اعمال کے باعث دیگر انسانوں کو خود سے کمتر سمجھا جائے تو اسے گناہوں کی جڑ یعنی تکبر سمجھا جائے گا۔ تکبر جس نے انسانیت کو شدید درد و کرب میں مبتلا کر رکھا ہے اس کے بارے اسلامی تعلیمات بڑی واضح ہیں اور بڑی شدت سے تکبر سے بچانے والی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے تین امور کو تمام گناہوں کی جڑ قرار دیا ہے:۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین امور یا تین چیزیں وہ ہیں جو تمام گناہوں کی جڑ ہیں۔ پس ان تینوں سے بچو اور ان تینوں سے ہوشیار رہو۔ دیکھو تکبر سے بچو کیونکہ ابلیس کو تکبر ہی نے اس بات پر انگیخت کیا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی فرمانبرداری سے انکار کر دیا۔ اور حرص سے بچو کیونکہ یہ حرص اور لالچ ہی تھا جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو درخت ممنوعہ کا پھل کھانے پر اکسایا۔ اور حسد سے بچو کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک کو حسد ہی نے اس بات پر آمادہ کیا کہ اس نے اپنے ساتھی کو قتل کر دیا۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ)

ابلیس کے تکبر کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلاَئِكَةِ اسْجُدُواْ لآدَمَ فَسَجَدُواْ إِلاَّ إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ۔ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلاَّ تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَاْ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ۔قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ۔ **(سورۃ الاعراف آیات ۱۲تا۱۴)**

اور یقیناً ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں صورتوں میں ڈھالا پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے لیے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا ان سب نے سجدہ کیا۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ بنا۔

اس نے کہا تجھے کس چیز نے روکا کہ تُو سجدہ کرے جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔تُو نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے گیلی مٹی سے پیدا کیا۔

اس نے کہا پس تو اس سے نکل جا۔ تجھے توفیق نہ ہوگی کہ تُو اس میں تکبر کرے۔ پس نکل جا تُو ذلیل لوگوں میں سے ہے۔

ملفوظات میں لکھا ہے:۔

''یاد رکھو تکبر شیطان سے آیا ہے اور شیطان بنا دیتا ہے۔ جب تک انسان اس سے دور نہ ہو یہ قبول حق اور فیضان الوہیت کی راہ میں روک بن جاتا ہے۔ کسی طرح سے بھی تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ نہ علم کے لحاظ سے، نہ دولت کے لحاظ سے، نہ وجاہت کے لحاظ سے، نہ ذات اور خاندان اور حسب نسب کی وجہ سے۔ کیونکہ زیادہ تر انہی باتوں سے یہ تکبر پیدا ہوتا ہے اور جب تک انسان ان گھمنڈوں سے اپنے آپ کو پاک صاف نہ کرے گا اس وقت تک وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ نہیں ہوسکتا۔ اور وہ معرفت جو جذبات کے مواد ردیہ کو جلا دیتی ہے اس کو عطا نہیں ہوتی کیونکہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ شیطان نے بھی تکبر کیا تھا اور آدم سے اپنے آپ کو بہتر سمجھا اور کہہ دیا کہ '' أَنَاْ خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ۔'' **اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ خدا تعالیٰ کے حضور مردود ہو گیا۔** اور آدم لغزش پر **(چونکہ اسے معرفت دی گئی تھی)** اپنی کمزوری کا اعتراف کرنے لگا اور خدا تعالیٰ کے فضل کا وارث ہوا۔''

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۔**(سورۃ القصص آیت ۸۴)**

یہ آخرت کا گھر ہے جسے ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں نہ (اپنی) بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد۔ اور انجام تو متقیوں ہی کا ہے۔

اس میں بتایا ہے کہ اخروی زندگی کے انعامات ہم نے انہی لوگوں کے لیے مخصوص کیے ہوئے ہیں جو نہیں چاہتے کہ لوگوں کو ذلیل کر کے آپ بڑے بن جائیں اور نہ فساد اور فتنہ انگیزی کی روح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) موجودہ دور میں بعینہ یہی صورت حال ہے ،فتنہ وفساد کی بھی سب سے بڑی وجہ تکبر ہی ہے اور دوسروں کو ذلیل کر کے بڑے بننے کی خواہش بھی دراصل تکبر کی چاہت پیدا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ متکبرانہ چال چلنے والوں کے متعلق قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولًا۔وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا۔ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا۔

اور وہ موقف اختیار نہ کر جس کا تجھے علم نہیں۔ یقیناً کان اور آنکھ اور دل میں سے ہر ایک سے متعلق پوچھا جائے گا۔ اور زمین پر اکڑ کر نہ چل ۔تُو یقیناً زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور نہ قامت میں پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ تمام ایسی باتیں ہیں جن کی بُرائی تیرے ربّ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ **(سورۃ بنی اسرائیل آیات ۳۷تا۳۹)**

پھر اللہ تعالیٰ سورۃ الفرقان کی آیت ۶۴ میں عباد الرحمان کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَـٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا۔

ی اور رحمان کے سچے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر آرام سے چلتے ہیں نرمی سے وقار سے چلتے ہیں تکبر نہیں کرتے اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ لڑتے نہیں بلکہ کہتے ہیں ہم تو

ہم تو تمہارے لیے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔''

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں کی تھیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۔وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۔ (سورۃ لقمٰن آیات ۲۰،۱۹)

اور (نخوت سے) انسانوں کے لیے اپنے گال نہ پُھلا اور زمین میں یونہی اکڑتے ہوئے نہ پھر۔اللہ کسی تکبر والے (اور) فخر و مباہات کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر۔اور اپنی آواز کو دھیما رکھ۔یقیناً سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔

اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو جہنم کی نوید سناتے ہوئے فرماتا ہے:

قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۔ (سورۃ الزمر آیت ۷۳)

کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔اس میں لمبے عرصہ تک رہنے والے ہو۔پس تکبر کرنے والوں کا کیا ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

وَإِذْ يَتَحَاجُّونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ الضُّعَفَاء لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعاً فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيباً مِّنَ النَّارِ ۔قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ۔وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْماً مِّنَ الْعَذَابِ۔ (سورۃ المؤمن آیات ۴۸ تا ۵۰)

اور جب وہ آگ میں پڑے جھگڑ رہے ہوں گے تو کمزور لوگ تکبر کرنے والوں سے کہیں گے ہم یقیناً تمہارے پیرو کار تھے پس کیا تم آگ کا کوئی حصہ ہم سے ٹال سکتے ہو؟ جن لوگوں نے تکبر کیا وہ کہیں گے یقیناً ہم سب کے سب اس میں ہیں۔یقیناً اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے۔اور وہ لوگ جو آگ میں ہوں گے جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے ربّ سے دعا کرو کہ ہم سے کسی دن تو کچھ عذاب ہلکا کر دے۔

حقیقت یہ ہے کہ شرک کی تمام راہیں تکبر کے چوراہے سے پھوٹتی ہیں۔متکبر انسان اللہ تعالیٰ کے نشانات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔متکبر انسان ناکام و نامراد رہتا ہے، وہ کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔

صاحبِ ملفوظات لکھتے ہیں:۔

''تکبر کئی قسم کا ہوتا ہے۔کبھی یہ آنکھ سے نکلتا ہے جبکہ دوسرے کو گھور کر دیکھتا ہے تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ دوسرے کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے کبھی زبان سے نکلتا ہے اور کبھی اس کا اظہار سر سے ہوتا ہے اور کبھی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ثابت ہوتا ہے غرضیکہ تکبر کے کئی چشمے ہیں اور مومن کو چاہیے کہ ان تمام چشموں سے بچتا رہے اور اس کا کوئی عضو ایسا نہ ہو جس سے تکبر کی بُو آوے اور وہ تکبر ظاہر کرنے والا ہو۔صوفی کہتے ہیں کہ انسان کے اندر اخلاق رزیلہ کے بہت سے جن ہیں اور جب یہ نکلتے ہیں تو نکلتے رہتے ہیں مگر سب سے آخری جن تکبر کا ہوتا ہے جو اس میں رہتا ہے اور خدا کے فضل اور انسان کے سچے مجاہدہ اور دعاؤں سے نکلتا ہے۔بہت سے آدمی اپنے آپ کو خاکسار سمجھتے ہیں لیکن ان میں بھی کسی نہ کسی نوع کا تکبر ہوتا ہے۔اس لیے تکبر کی باریک در باریک قسموں سے بچنا چاہیے۔'' (نیا ایڈیشن۔ملفوظات جلد ۳)

خُدا اپنے فضل اور رحم سے ہمیں تکبر جیسی شیطانی بُرائی سے بچائے۔آمین

شوخی و کبر دیو لعیں کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے
اے کِرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرت ربِّ غفور کو
بد تر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک ، مرضی مولا اسی میں ہے

’’پاک سرزمین کا نظام‘‘

تحریر: شمشاد ناصر ۔ امریکہ

کچھ دن ہوئے پاکستان کا قومی ترانہ سن رہا تھا جس سے دل اور روح میں ایک سرور اور وجد طاری ہوا۔ قومی ترانہ میں وطن عزیز کے لئے نیک تمناؤں، دعاؤں کے ساتھ ساتھ ایک خاص محبت اور جذبہ کا بھی اظہار ہے۔ جب قومی ترانہ کے اس جملہ کو سنا ’’پاک سرزمین کا نظام‘‘ تو کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ واقعی قوم، بحیثیت قوم، بحیثیت مسلمان، قومی ترانہ میں بیان شدہ تمناؤں اور محبت اور جذبہ سے سرشار ہے؟ تو دل نے فوراً نفی کر دی۔

وہ وطن جو بے شمار قربانیوں سے حاصل کیا گیا تھا۔ اس ’’پاک سرزمین کا نظام‘‘ ایک جائے افسوس بن کر رہ گیا ہے۔ بحیثیت مسلمان پوری کی پوری قوم ان تمام باتوں کو بھول گئی ہے۔ ان تمام قربانیوں کو بھلا چکی ہے جن کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ وطن عزیز کے حالات دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد ایک شہر کے ہوٹل میں ملی نغمہ لگا ہوا تھا کہ ’’اے قائد اعظم ترا احساں ہے احسان‘‘ تو کسی دل جلے نے یہ آوازہ کسا کہ: ’’آدھا احسان تو ہم نے چکا دیا ہے بس آدھا باقی رہتا ہے۔ جو آدھا رہتا ہے اس کے ہم خود ہی بخئے ادھیڑ رہے ہیں۔

وہ کیسے؟ سنئے! ایک دو دن سے یعنی جب یہ تحریر لکھی جا رہی تھی کہ ایک بڑی خبر تیزی کے ساتھ وائرل ہو رہی ہے سوشل میڈیا پر۔ ARY نیوز اور دوسرے اخبارات اور پاکستانی TV چینلوں پر بھی کہ ’’خیبر پختونخواہ کے متعدد ہوٹلوں پر چھاپے، مختلف نسلوں کے ذبح شدہ کتے اور پکی ہوئی کتا کڑاہیاں ضبط کر لی گئی۔‘‘

اس خبر کے ساتھ پولیس والوں کو بھی دکھایا گیا۔ کتوں کے باڑے بھی دکھائے گئے اور گوشت کی کڑاہیاں بھی دکھائی گئیں۔

اس سے قبل گدھوں اور سؤروں کے بارے میں بھی یہ خبریں آ چکی ہیں۔ یعنی مملکت خداداد پاکستان کے مسلمان، مسلمانوں کو یہ چیزیں کھلا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور خبر یہ بھی گردش کرتی رہی۔ ’’ضلع گجرات کے علاقے سرائے عالمگیر کے نواحی گاؤں یعقوب آباد کے رہائشی ندیم مسیح کے خلاف توہینِ رسالت کی ایف آئی آر درج ہوئی جس کے بعد ندیم گھر سے بھاگ گیا اور پولیس ندیم کی دونوں بہنوں کو اٹھا کر لے گئی۔‘‘

کچھ دن پہلے بھی اس قسم کا ایک واقعہ ہوا کہ ایک عیسائی نے اوپر کی منزل سے چھلانگ لگا دی جب اسے پتہ چلا کہ اسے پکڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس پر اور اس کی فیملی پر بھی یہی توہینِ رسالت کا الزام تھا۔

’’اِس پاک سرزمین‘‘ میں نہ عیسائی محفوظ ہیں، نہ ہندو، ہزارہ کے لوگ بھی آئے دن مشکلات کا شکار ہیں اور انہیں بھی بے دریغ قتل کر دیا جاتا ہے، عیسائیوں کی بستیوں میں آگ لگانا، انکی عبادت گاہوں کو جلانا، ان کے سامان کو لوٹ لینا یہ تو کچھ مشکل بات نہیں ہے۔

احمدیوں کے ساتھ تو اس سے بھی بدتر سلوک کیا جا رہا ہے۔ 2010ء میں ان کی لاہور میں 2 مساجد پر حملہ کر کے 100 سے زائد لوگوں کو جب کہ وہ جمعہ کی ادائیگی کے لئے موجود تھے مار دیا گیا۔ آج تک ان بے گناہ معصوموں کے قتل پر کسی کے سر پر جوں تک نہیں رینگی۔ احمدیوں کے بچوں اور بچیوں کو سکول اور کالجوں میں جو پریشانی ہے اس کا کوئی حساب نہیں۔ احمدیوں کے بزنس کا بائیکاٹ تو بہت ہی معمولی بات ہے۔ گویا اقلیتوں کو اس پاک سرزمین میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور جب ارباب حل و اقتدار کی اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو بڑی ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں کہ سب اقلیتیں محفوظ ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان داستانوں اور صحیح واقعات کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ جسے اس وقت دہرانا تو مقصود نہیں تاہم اس کا حوالہ بات کو سمجھنے کے لئے ضروری

ہے۔جس قوم سے امانت، دیانت، علم، خوف خدا، تقویٰ، ہمدردی چھن جائے وہ قوم ترقی کی منازل سے بہت بری طرح گرتی ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ایوانوں میں بیٹھے ہیں اور پھر دوسروں کے ایمانوں کا سٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں۔ میں نے اوپر احمدیوں کا ذکر کیا ہے۔ باقی اقلیتوں کی نسبت ان کے ساتھ ایک زیادتی یہ بھی ہے کہ 1974ء کا آئین انہیں غیر مسلم تسلیم کرتا ہے جس کی بنیاد پر 1984ء میں احمدیوں کو ہر قسم کے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے نہ صرف یہ بلکہ اگر وہ کسی کو السلام علیکم کہہ دیں تو 3 سال تک جیل بھی جا سکتے ہیں اور کئی لوگ اس جرم میں قید بھی ہوتے ہیں۔ میں یہی کہوں گا کہ ؎

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
جو کوئی پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قربان ہے

کیا وطن عزیز کے حالات درست ہو سکتے ہیں؟ ویسے تو لوگ اس کا جواب نفی میں ہی دیں گے اور ہے بھی حقیقت یہی کچھ! ان سب باتوں کو دیکھ کر اسلامی مملکت پاکستان کے لوگوں کو میں رسول اللہ ﷺ کی چند پیشگوئیاں جو احادیث میں مذکور ہیں اور جن کا تعلق آخری زمانے سے ہے بیان کرتا ہوں۔ اس خیال سے کہ ؏

شائد کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرب قیامت کی علامات میں سے یہ ہوگا:

1۔ ''جب امانتیں ضائع کی جائیں گی تو قرب قیامت کی گھڑی (یا زوال امت) ہوگی۔ سائل نے آپؐ سے پوچھا امانتیں کس طرح ضائع ہوں گی آپ ﷺ نے فرمایا جب نا اہل اور غیر مستحق لوگوں کے سپرد اہم کام کئے جائیں گے۔ یعنی اقتدار بد دیانت اور نا اہل لوگوں کے ہاتھ آجائے گا اور وہ اپنی بد دیانتی اور فرض ناشناسیوں کی وجہ سے قوم کو برباد کر دیں گے۔'' (بخاری کتاب العلم باب من سئل علماً و ھو مشتغل فی حدیثہ)

2۔ قیامت کی نشانیوں میں سے آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''علم ختم ہو جائے گا، جہالت کا دور دورہ ہوگا، زنا بکثرت پھیل جائے گا، شراب عام پی جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں باقی بچ رہیں گی، جس کی وجہ سے پچاس پچاس عورتوں کا ایک ہی نگران اور سرپرست ہوگا۔'' (سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب اشراط الساعۃ)

3۔ حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت آئے گی...... جب علم چھن جائے گا، زلازل کی کثرت ہوگی، تیز رفتاری کی وجہ سے وقت قریب محسوس ہوگا، بڑے گھمبیر فتنوں کا ظہور ہوگا، قتل و غارت عام ہوگی مال کی فراوانی ہوگی......لوگ بلند تر عمارات بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ حالات اس قدر خراب ہوں گے کہ انسان کسی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے تمنا کرے گا کہ کاش میں مر کر اس قبر میں دفن ہو چکا ہوتا۔'' (بخاری کتاب الفتن باب خروج النار)

4۔ سنن ابن ماجہ کتاب الفتن میں یہ حدیث بھی ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قیامت کے اعتبار سے یہ نشان پہلے ہوں گے۔ مغرب کی طرف سے سورج کا طلوع ہونا اور چاشت کے وقت ایک عجیب و غریب کیڑے کا لوگوں پر مسلط ہو جانا۔'' (یہ غالباً طاعون اور ایڈز اور دوسری وبائی بیماریوں اور جراثیمی جنگوں کی کثرت کی طرف اشارہ ہے)

5۔ خود مسلمانوں کی کمزوری اور خرابی ایمان کی طرف بھی احادیث میں کھل کر بیان آیا ہے۔ کنز العمال میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میری امت پر ایک زمانہ اضطراب اور انتشار کا آئے گا۔ لوگ اپنے علماء کے پاس راہنمائی کی امید سے جائیں گے تو وہ انہیں بندروں اور سؤروں کی طرح پائیں گے۔ یعنی علماء کا اپنا کردار انتہائی خراب اور قابل شرم ہوگا۔'' (ریاض الصالحین حدیث 913)

6۔ اسد الغابہ جلد اول میں حضرت ثعلبہ بہرانیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب دنیا سے علم چھین لیا جائے گا یہاں تک کہ علم و ہدایت اور عقل و فہم کی کوئی بات انہیں سجھائی نہ دے گی صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ علم کس طرح ختم ہو جائے گا جب کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہم میں موجود ہے اور ہم اسے آگے اپنے اولادوں کو پڑھائیں گے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تورات اور انجیل

یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس موجود نہیں ہے لیکن وہ انہیں کیا فائدہ پہنچا رہی ہے۔''

یہ چند ایک احادیث اور رسول مقبول ﷺ کی پیشگوئیاں ٗ ہدایات اور آخری زمانہ کی علامات بیان کی گئی ہیں اور عقلمندوں کے لئے تو اشارہ ہی کافی ہونا چاہئے۔ بے شمار اور احادیث بھی اسی مضمون کی ہیں۔ آپ دوبارہ ان احادیث کو پڑھیں اور اپنے اردگرد نظر دوڑائیں کہ ان میں سے کوئی ایسی بات ہے جو آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہے اور ابھی وہ پوری نہ ہوئی ہو؟؟؟

حاشا وکلا ایسا ہرگز بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کا ایک ایک حرف ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ ہر بات پوری ہو چکی ہے۔ تو کیا جب سب علامات پوری ہو چکی ہیں۔ امت کا حال ہر لحاظ سے بدتر ہو چکا ہے، ہر طرف بددیانتی، کرپشن، ملاوٹ، بے ایمانی، جھوٹ، شراب کی کثرت، زنا، جہالت، سوروں اور بندروں جیسی حرکات، نااہل لوگوں کا اقتدار میں ہونا، پارلیمنٹوں میں بیٹھ کر دوسروں کے ایمانوں کا فیصلہ کرنا جبکہ خود لوگ تقویٰ سے خالی ہوں تو امت کے بیمار ہونے میں کوئی شبہ رہ گیا ہے۔

میرے آباؤ اجداد شیعہ گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ضلع انبالہ میں ہماری بہت بڑی جائداد اور گدّی تھی۔ ہم احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور میں آ کر آباد ہوئے تو جس محلّہ میں ہمارا گھر تھا ساتھ ہی وہاں مسجد تھی، میں ابھی بچہ ہی تھا کہ ایک دن محلّہ کی مسجد میں گیا تو اس دن مولوی صاحب یہ خطبہ دے رہے تھے کہ یہ زمانہ امام مہدی کا زمانہ ہے۔ اس وقت کچھ سمجھ نہ آیا کہ یہ کیوں کہا جا رہا ہے۔ لیکن آج اس بات کی سمجھ آ رہی ہے کہ امت اس قدر بیمار ہے۔ صرف پاکستان ہی نہیں دیگر اسلامی ممالک کا حال بھی دیکھ لیں۔

اب کچھ دن پہلے خبر آئی تھی کہ سعودی عرب اسرائیل کے ساتھ تعلقات بڑھا رہا ہے۔ اسلحہ کی ڈیل ہو رہی ہے۔ کس کے خلاف؟ ''ایران کے خلاف''۔ ادھر یمن میں بمباری ہو رہی ہے۔ شام کا حال کس سے چھپا ہوا ہے؟ عراق میں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ ہر طرف خون ہی خون ہے۔ کیا ابھی امت کے بیمار ہونے میں شک رہ گیا ہے۔ کیونکہ یہ اس امام مہدی کی تلاش نہیں کرتے جس کا اس مولوی صاحب نے اپنی مسجد میں ذکر کیا تھا۔ ہاں ایک کو تلاش بھی کیا تھا۔ ایک مولوی صاحب کو کچھ عرصہ پہلے ہی لوگوں نے امام مہدی کا خطاب دے دیا تھا جن کی زبان ماشاءاللہ ہر وقت گالیوں سے تر رہتی ہے۔

پس یہ لمحہ فکریہ ہے کہ امت مسلمہ، امت مرحومہ کا کیا بنے گا؟ ایک طرف امام مہدی کی انتظار ہے دوسری طرف حضرت عیسیٰ کے منتظر ہیں لیکن پاکستان کا آئین کسی کو آنے کی اجازت نہیں دیتا۔

حضرت عیسیٰؑ یا امام مہدیؑ جن کا ذکر میں نے اپنے محلّہ کی مسجد میں امام صاحب سے سنا تھا جو پاکستان کے آئین کے مطابق تو آ نہیں سکتے۔ جب وہ آ نہیں سکتے تو کم از کم پاکستانی عوام کی حالت نہیں بدلی جا سکتی۔ اور وہ علماء جو کہ خود ان روحانی بیماریوں میں مبتلا ہیں وہ حالت بدل نہیں سکتے۔ پس یہ دعوت فکر ہے ہر شخص کے لئے جو پاکستان میں بستا ہے۔

میں پھر اپنی بات کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ قومی ترانہ میں جن دعاؤں، نیک تمناؤں اور خواہشات کا اظہار کیا گیا ہے کیا ایوان بالا اور ارباب حل و اقتدار اس کے معانی پر غور و فکر کریں گے؟ کیا وہ ممبران جنہیں سورۃ اخلاص، سورہ کوثر بھی اچھی طرح پڑھنی نہیں آتی، جنہیں نماز جنازہ اور عید کی تکبیرات کا بھی علم نہیں، وہ دوسروں کے ایمانوں کا فیصلہ کریں۔ کیا یہ انصاف ہے؟ خدارا غور و فکر کریں۔ میں آخر پر یہی دعا کرتا ہوں جو قومی ترانہ میں ہے۔

سایۂ خدائے ذوالجلال

سیاسی و مذہبی دیمکیں

پاکستان کی مذہبی اور سیاسی دیمکیں ہر قسم کی اخلاقیات کے نرم و نازک شگوفوں کو نگل کر انسانیت کا گلا گھونٹ کر عوام الناس کا ماس کھانے میں مصروف ہیں۔ وہ سیاسی گدھے جو میونسپل کمیٹی کے خاکروب بننے کے قابل نہیں تھے وہ بھی اسمبلیوں میں بیٹھے مکھیاں مار رہے ہیں۔

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ

معدہ کی بیماریاں۔(۱)

معدہ کی وہ مزمن بیماریاں جو نروس سسٹم کی خرابی سے مثلاً سٹریس یا غصہ وغیرہ کے باعث پیدا ہوں، کھانے میں مزے کی کمی ہو جائے، معدہ میں جلن ہو یا جلتا ہوا محسوس ہو اور ہوا بھی پیدا ہوتی ہو تو مندرجہ ذیل نسخہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

نکس وامیکا۳۰+انا کارڈیم۳۰+ آرسنک البم۳۰+لیونوروس کارڈیا کا۳۰+سینٹا نیم ۳۰

سگریٹ یا الکحل پینے کی وجہ سے پیدا ہونے والی معدہ کی تکلیفوں میں بھی یہ نسخہ مفید ہے۔

جب معدے میں شدید تیزابیت ہو، حلق سے معدے تک جلن ہو، تیزابی رطوبتوں کی قے آتی ہو، متلی اور قے کے ساتھ سر میں درد ہو، کلیجہ جلے اور منہ سے پانی آئے، متعفن ڈکار کے ساتھ سینے میں جلن ہو، معدے میں برف کی سی ٹھنڈک محسوس ہو، معدے میں ترشی کا احساس ہو، سخت کھٹی قے آئے جس کی وجہ سے دانت کھٹے ہو جاتے ہوں، ترش قے اور سر درد باری باری آتے ہوں اور شدید ابکائیاں آئیں تو یہ نسخہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ بسمتھم، کیپسیکم، روبینیا، آئرس ورسیکولر اور آرسنک البم ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ دو تین بار۔ یہ نسخہ ان علامات میں بھی مفید ہے۔ فمِ معدہ میں شدید جلن ہو، معدے میں جلن اور درد کے ساتھ سانس لینے میں دقت اور شکم اور معدے میں اپھارہ۔

معدہ میں میٹھی چیزوں سے جلن پیدا ہو جاتی ہو، متلی ہچکی اور قے کا رجحان ہو۔ زنکم میٹیلیکم ۲۰۰ یا ۳۰ (زنکم کے مریض بہت جلدی جلدی کھاتے ہیں اور ان کی بے صبری نمایاں ہوتی ہے۔ پیٹ اکثر گیس سے تنا ہوا ہوتا ہے)

جب معدے اور چھوٹی آنت میں زخم یعنی السر ہو، منہ کا ذائقہ کڑوا ہو اور ساتھ بھوک کی کمی ہو، معدے کی کمزوری اور بدہضمی ہو، آنتوں کی جھلی میں خارش اور سوزش ہو، معدے میں رسولی ہو، کھانے اور پینے کے بعد متلی اور قے ہو، ڈکاریں آئیں، بدبودار ریاح کا کثرت سے اخراج ہو، جگر اور ناف کے گرد درد ہو، آنتوں میں سوزش ہو، مروڑ آتے ہوں ساتھ اینٹھن ہو، قبض ہو یا پانی جیسے دست آتے ہوں اور میٹھی اور چٹ پٹی چیزیں کھانے کی خواہش ہو تب یہ نسخہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ ارجنٹم نائٹریکم، ایٹروپین، مرک آئیوڈائیڈ، سلفر اور پلسٹیلا ملا کر ۳۰ طاقت میں دن میں دو تین بار یا حسبِ ضرورت زیادہ مرتبہ لینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

کھانا بہت آہستہ ہضم ہوتا ہو، بھوک مٹ جائے، معدہ میں تعفن پیدا ہو جائے، تیزابیت کی وجہ سے کھٹی قے شروع ہو جاتی ہو، قبض رہتی ہو اور معدہ کا نظام سست پڑ جائے۔ زنکم میٹیلیکم (اس نظام کی سست روی مثانے میں فالجی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ پیشاب اور اجابت دونوں میں اکٹھی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس مرکری میں تیزی اور شدت پائی جاتی ہے)

ہومیوفزیشن محترم رانا محمد حسن صاحب کی کتاب ''**خزینة الشفاء**'' کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے تین سو ستّر صفحات میں تقریباً تمام بیماریوں کا ہومیو پیتھک علاج بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح خواتین کیلئے ایک سو باون صفحات پر مشتمل کتاب '**امراض خواتین**' بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں خواتین کے مخصوص امراض اور اُن کا ہومیو پیتھک علاج تجویز کیا گیا ہے۔ کتب کے حصول کیلئے فون کریں۔

Mob.07792998973 Tel. 020.36747909

E-mail. peshwltd@gmail.com

متلی اور قے کے باوجود معدہ میں شدید کھرچن کا احساس ہوتا ہو اور بھوک محسوس ہوتی ہو۔ وریٹرم البم

تیزابی اثرات کی وجہ سے معدہ جواب دے جائے۔ سلفیورک ایسڈ

پیٹ کی تیزابیت کے لیے آئرس ورسیکلر ۲۰۰ صبح اور شام کو سلفر ۲۰۰ پہلے تین دن روزانہ اور بعد میں ہفتہ وار لینا مفید ہے۔ نیز نکس وامیکا ۳۰ ایک دوبار روزانہ لینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

معدہ کی تیزابیت کے لیے سلفیورک ایسڈ مفید ہے۔اس دوا کے اخراجات میں تیزابیت پائی جاتی ہے۔اگر جسم میں تیزاب زیادہ ہو جائے تو بعض دفعہ کھانا کھاتے ہوئے سخت کمزوری کا احساس ہوتا ہے اور مریض پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے۔کھانے سے بھی تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔جسم میں برقی کوندے ایک طرف سے دوسری طرف لپکتے ہیں۔بعض مریض ان سے لطف محسوس کرتے ہیں یہ سلفیورک ایسڈ کی خاص علامت ہے۔

اگر جسم میں کسی بھی تیزاب کا عنصر زیادہ ہو جائے اور اچانک ضعف کا شدید حملہ ہو جائے اور جسم سے طاقت نکلتی محسوس ہو۔سلفیورک ایسڈ معدہ کی ایسی تیزابیت کی بہترین دوا ہے۔معدے میں تکلیف ہو نکس وامیکا، اپی کاک،،کوکلس، آرسینک اور پٹرولیم ملاکر تیس طاقت میں روزانہ دو تین بار لینا مفید ہے۔اور اگر معدہ میں تکلیف کی وجہ سے چھاتی میں درد ہو تو کاربوویج، کولوسنتھس ،نکس وامیکا اور اپی کاک ملاکر تیس طاقت میں لینا فائدہ مند ہے۔

قم معدہ کے لیے کاربوویج، کولوسنتھس اور اکونائٹ ملاکر تیس طاقت میں روزانہ دو تین بار۔

معدہ میں السر ہو اور ساتھ خون آئے تو مرک سال ۱۰۰۰ چند ہفتے ہفتہ وار اور برائی اونیا ۲۰۰ اور آرنیکا ۲۰۰ ملاکر ہفتے میں دو تین بار نیز کولوسنتھس، فاسفورس اور میگنیشیا فاس ملاکر تیس طاقت میں روزانہ دوبار لینا مفید ہے۔

اگر مریض کی صبح کی بھوک بالکل غائب ہو مگر گیارہ بجے معدہ میں سخت کمزوری محسوس ہو، کھرچن اور نیچے گرنے کا احساس ہو اور فوری کھانے کی طلب اتنی شدید ہو کہ ذرا سا انتظار کرنا بھی دشوار ہو حتیٰ کہ بھوک سے غشی کا دورہ بھی پڑنے کا احتمال ہو۔ سلفر ۲۰۰

معدہ خالی ہونے کا احساس ہو، اور خالی پن کے ساتھ تشنج بھی ہو۔اور قلعی شدہ برتن استعمال کرنے سے ہونے والی معدہ کی تکلیفوں میں بھی سٹینم مفید ثابت ہوتی ہے۔

شدید بھوک لگے، منہ کا ذائقہ کڑوا رہے اور بہت پیاس لگے۔ سپونجیا

اگر معدے میں ہوا پیدا ہو اور شدید بل پڑیں۔ نیٹرم سلف

نظامِ ہضم میں خرابی کی وجہ سے معدہ میں تیزابیت پیدا ہونے لگے اور مریض چڑچڑا ہو جائے، جلد غصے میں آجاتا ہو اور عموماً مریض دبلے پتلے ہوں۔نکس وامیکا۔ یہ نوکیلے مریضوں کی دوا ہے۔

ایسی ناقابلِ برداشت بھوک جسے زیادہ کھانے سے آرام آئے اور مریض چکنائی، مرغن غذائیں، سرکہ، پھلی اور دودھ وغیرہ پسند نہ کرے۔نیٹرم فاس (چکنائی سے نفرت کی علامت پلسٹیلا سے مشابہ ہے)

اگر مریض کے معدہ میں کھٹاس کی وجہ سے پسینہ اور بدن کی بُو میں کھٹاس پیدا ہو جائے۔نیٹرم فاس ۳۰ یا ۱۶ ایکس۔تیزاب کی زیادتی کی وجہ سے معدے میں السر ہوں، پھوڑے کا سا درد ہو اور سوئیاں چبھنے کا احساس ہو تو بھی نیٹرم فاس مفید دوا ثابت ہوتی ہے۔

کھانے کے فوراً بعد بھوک محسوس ہوتی ہو اور منہ کا ذائقہ کھٹا ہو جاتا ہو، قے کا رجحان ہو اور چلنے پھرنے سے معدے میں سوزش بڑھ جاتی ہو اور پیٹ پر ہاتھ رکھنے سے بھی بڑھ جاتی ہو۔ فاسفورس ۳۰

اگر معدہ میں شدید درد اُٹھے جس کی وجہ سے مریض بات نہ کر سکے۔ اور معدے میں سکڑن اور شدید درد کے علاوہ بھوک ختم ہو جاتی ہو۔ لاروسیراسس (اس دوا میں معدہ سے کمر تک گولا سا اُترنے کا احساس ہوتا ہے۔) اگر تیل، گھی اور چربی والی مرغن غذا ہضم نہ ہو اور ذرا سی ملائی یا گھی کھانے سے معدہ جواب دے جاتا ہو۔پلسٹیلا یا کاربوویج ۳۰ (جاری ہے)

اہم اعلان

پیشوا میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیوفزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبوی ﷺ (2)

(چوہدری ناز احمد ناصر۔لندن)

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل کر کے بڑے سے بڑا روحانی مقام حاصل کیا جا سکتا ہے۔مسلمانوں کی بدحالی اور تباہی کا سب سے بڑا سبب سیرت طیبہ سے ان کی عدم واقفیت یا واقف ہونے کے باوجود عمل نہ کرنا ہی ہے۔محترم چوہدری صاحب نے شمائل نبوی ﷺ کے عنوان سے جو سلسلہ شروع کیا ہے اللہ کرے کہ وہ ہم سب کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دے۔اس سلسلہ کی دوسری قسط معزز قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

طہارت و صفائی: ارشاد ربانی ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی رہنے والوں کو پسند کرتا ہے (سورہ البقرہ:23) یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے باطنی طہارت کے لئے ظاہری طہارت کو ضروری قرار دیا اور اس کے تفصیلی آداب سکھائے۔دن میں پانچ مرتبہ ہر نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا۔جسم کی صفائی کے لئے ہفتہ میں کم از کم دو مرتبہ نہانے کی ہدایت فرماتے۔کم از کم ایک صاع (یعنی قریباً تین لٹر) پانی سے نہا لیتے تھے۔غسل کی عادت زیادہ تھی۔آنکھوں کی حفاظت کے لئے رات کو سرمہ لگاتے تھے۔

دانتوں کی صفائی پر زور دیتے ،فرماتے تھے:''اگر اُمت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو ہر نماز کے ساتھ (دن میں پانچ مرتبہ) مسواک کا حکم دیتا''۔ اپنا یہ حال تھا کہ گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے۔ مسواک دانتوں کے آڑھے رُخ یعنی نیچے سے اُوپر کرتے تھے تاکہ درزیں خوب صاف ہوں۔بوقت وفات بھی مسواک دیکھ کر اس کی خواہش کی تو حضرت عائشہؓ نے نرم کر کے استعمال کروائی۔

آپ ﷺ عمدہ خوشبو پسند کرتے تھے۔اپنی مخصوص خوشبو سے پہچانے جاتے تھے۔حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پسینے سے جو خوشبو آتی تھی وہ مشک سے بھی بڑھ کر ہوتی تھی۔سر کے بال کانوں کی لو سے بڑھ کر کندھوں پر آجاتے تو کٹوا دیتے۔داڑھی حسب ضرورت لمبے اور چوڑے رُخ سے ترشواتے تھے جو مشت بھر رہتی تھی ،بالوں پر مہندی لگاتے تھے۔

(ترمذی کتاب الطہارت،شمائل الترمذی باب ما جاء فی محل رسول اللہ،مسلم کتاب الطہارۃ باب المسواک، بخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ،شمائل الترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہؐ،اسوہ انسان کامل،ص9،10)

لباس: قرآنی ارشاد کے مطابق لباس میں پردہ اور زینت کی بنیادی شرائط ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔عام طور پر ایک تہبند اور ایک اوڑھنے کی چادر عربوں کا لباس تھا جو آپ ﷺ نے بھی پہنا مگر سلا ہوا لمبی آستین والا کرتا زیادہ پسند تھا۔سادہ موٹے کپڑے استعمال فرماتے تھے۔حسب موسم وضو کے بعد پونچھنے کے لئے تولیہ بھی استعمال فرماتے۔

آپ ﷺ نے ٹوپی بھی استعمال فرمائی۔جمعہ کے روز کلاہ کے اوپر پگڑی پہنتے۔جمعہ،عیدین اور وفود کی آمد پر عمدہ کپڑے اور خاص طور پر ایک سرخ قبا زیب تن فرماتے۔ایک چاندرات میں سرخ قبا پہنی ہوئی تھی۔دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ اس رات آپ ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔سفید کپڑے زیادہ پسند تھے مگر سرخ،سبز اور زعفرانی رنگ بھی استعمال فرمائے۔نیا کپڑا پہننے پر دو رکعت نماز ادا فرماتے اور بوقت وضوان پر مسح فرماتے۔چمڑے کے موزے استعمال فرماتے اور بوقت وضوان پر مسح فرماتے۔چمڑے کے کھلے جوتے دو تسمے والے (ہوائی چپل،سلیپر نما) استعمال فرماتے (ترمذی)۔

چاندی کی انگشتری پر'' مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ '' کندا تھا جو خطوط پر مہر لگوانے کے لئے بنوائی تھی (بخاری)۔ایک عرصہ تک یہ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے رہے، پھر بائیں ہاتھ میں بھی پہنی۔بیت الخلاء جاتے تو یہ انگوٹھی اتار دیتے۔وضو کرتے وقت اسے حرکت دے کر انگلی کو دھوتے۔ہاتھ میں بالعموم کھجور کی شاخ کی چھڑی رکھتے تھے۔

جنگ میں آپ ﷺ نے خود اور زرہ بھی پہنی ہے۔غزوہ احد میں تو دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ایک زرہ کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں دھنس گئی تھیں (بخاری)۔ (ترمذی کتاب الادب، بخاری کتاب العلم، بخارے کتاب المغازی،اسوہ انسان کامل،ص10،11)

چال ڈھال اور گفتگو: چال ڈھال میں آپ ﷺ نہایت کوہ وقار انسان تھے۔ چال ایسی سبک تھی جیسے ڈھلوان سے اُتر رہے ہوں۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا، ایسے لگتا تھا کہ زمین آپ ﷺ کے لئے لپٹتی جا رہی ہے۔ ہم ساتھ چل کر تھک جاتے مگر حضور ﷺ پر تھکاوٹ کا کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔ گردن اکڑا کر نہ چلتے بلکہ نظریں نیچی رکھتے تھے (ترمذی)۔

حسب ارشاد باری کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ ﷺ کو نرم کر دیا ہے (سورہ آل عمران: 107) آپ ﷺ کی گفتگو میں تلخی تھی نہ تیزی، ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا کر وضاحت اور نرمی سے آپ ﷺ اس طرح کلام فرماتے کہ بات ذہن نشین ہو جاتی (بخاری)، تین دفعہ بات دہراتے تھے (احمد)۔

کوئی بھی عزم کر لینے کے بعد خدا پر بھروسہ رکھتے۔ جب آپ ﷺ تین دفعہ کوئی بات کہہ دیتے تو اسے کوئی پلٹا نہیں سکتا تھا (احمد) لیکن آپ ﷺ کبھی صحابہ کی طاقت سے زیادہ ان کو حکم نہ دیتے تھے (احمد)۔

حضرت حسن بن علیؓ اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ کا ایک خوبصورت بیان حضور ﷺ کی گفتگو کے بارہ میں یوں پیش فرماتے تھے کہ

''آنحضور ﷺ بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے تھے اور جب بولتے تھے تو فصاحت و بلاغت سے بھرپور نہات بامعنی کلام فرماتے۔ خود بات شروع کرتے اور اسے انتہاء تک پہنچاتے۔ آپؐ کی گفتگو فضول باتوں اور ہر قسم کے نقص سے مبرا اور بہت واضح ہوتی تھی۔ اپنے ساتھیوں سے تلخ گفتگو نہیں کرتے تھے، نہ ہی انہیں باتوں سے رسوا کرتے تھے۔ معمولی سے معمولی احسان کا ذکر بھی تعظیم سے کرتے اور کسی مذمت نہ کرتے۔ کسی پر محض دنیوی بات کی وجہ سے ناراض نہ ہوتے البتہ جب کوئی حق سے تجاوز کرتا تو پھر آپؐ کے غصہ کو کوئی نہ روک سکتا تھا اور ایسی بات پر آپؐ سزا ضرور دیتے تھے مگر محض اپنی ذات کی خاطر غصے ہوتے تھے نہ انتقام لیتے تھے۔ غصے میں منہ پھیر لیتے تھے۔ خوش ہوتے تو آنکھیں نیچی کر لیتے، مسکراتے تو سفید دانت اس طرح آبدار ہوتے جیسے بادل سے گرنے والے اولے'' (الشفاء)۔

زیادہ تر آپ ﷺ کی ہنسی مسکراہٹ کی حد تک ہوتی تھی۔ مسکرانا تو آپ ﷺ کی عادت تھی۔ صحابہ کہتے ہیں: ''ہم نے حضور ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ تمتما اٹھتا تھا'' (احمد)

آپ ﷺ کی گفتگو خشک نہ تھی۔ بلکہ ہمیشہ شگفتہ مزاح فرماتے تھے۔ مگر مزاح میں بھی کبھی دامن صدق نہ چھوٹا۔ فرماتے: ''میرے منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے''۔ (طبرانی) مزاح کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ایک دفعہ ایک عمر رسیدہ خاتون سے کہا کہ بوڑھی عورتیں تو جنت میں نہ جائیں گی۔ وہ پریشان ہوئی تو فرمانے لگے کہ وہ جنت میں جوان ہو کر جائیں گی۔

ایک صحابی نے ایک دفعہ سواری کے لئے آپ ﷺ سے اونٹ مانگا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میں تجھے اونٹ کا بچہ دے سکتا ہوں۔ وہ سراسیمہ ہو کر بولے: حضور اونٹنی کا بچہ لے کر میں کیا کروں گا، مجھے تو سواری چاہیے۔ فرمایا: ''بھئی! اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے''۔ (ترمذی)

صحابہ کو وعظ و نصیحت کرنے میں ناغہ کرتے تا کہ وہ اکتا نہ جائیں۔ آپ ﷺ کی تقریر نہایت فصیح و بلیغ دلکش اور جوش سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔ بعض دفعہ خطبہ میں یہ جوش و جلال بھی دیکھا گیا کہ آنکھیں سرخ ہیں اور آواز بلند۔ جیسے کسی حملہ آور لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح یا شام حملہ آور ہونے والا ہے۔ ایک دفعہ صفات الٰہیہ کے بیان کے وقت منبر آپ ﷺ کے جوش کے باعث لرز رہا تھا (مسلم)۔

آپ ﷺ جو کہتے تھے وہ کر کے دکھاتے تھے۔ زبان و ادب کا عمدہ ذوق تھا۔ گفتگو میں الفاظ کے چناؤ میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے اور الفاظ کے بے محل استعمال کی اصلاح فرما دیتے، عرب میں غلام اپنے آقاؤں کو ''رب'' کہتے تھے جس کے معنے پالنے والا اور جو حقیقی معنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آقا کو سید کہا کرو، یعنی سردار، آقا اپنے غلام کو 'عبد' کہتے تھے یعنی نوکر۔ فرمایا فتی کہہ کر مخاطب کرو، یعنی نوجوان یا بچے تا کہ ان کی عزت نفس قائم رہے (بخاری)۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے **جوامع الکلم** عطا گئے تھے یعنی مختصر کلام میں ایسے گہرے مضمون بیان فرماتے تھے کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیتے تھے۔ نہایت لطیف محاورات میں کلام فرماتے تھے۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں وفد نجد آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست پر ان کے حق میں دعا کی اور پھر انہیں ایک معاہدہ لکھ کر دیا کہ :

''جو نماز قائم کرے ''مومن'' ہے، جو زکوٰۃ ادا کرے ''مسلمان'' ہے، جو کلمہ شہادت (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، مُحَمَّد، الرَّسُوْلُ اللّٰه) پڑھے وہ ''غافل'' نہیں لکھا جائے گا، وغیرہ''۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں: اس معاہدہ کی فصیح و بلیغ عبارت دیکھ کر میں نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم ایک باپ کے بیٹے، ایک شہر کی گلیوں میں بڑھے پلے، مگر میں دیکھتا ہوں کہ وفود عرب

سے آپؐ ایسی زبان میں کلام کرتے ہیں کہ اس کا جواب نہیں''۔فرمایا:''اللہ نے مجھے ادب سکھایا ہے اور میں بنی سعد میں پروان چڑھا ہوں'' (الشفاء)

رسول کریم ﷺ کو اچھے نام پسند تھے، جیسے عبداللہ، عبدالرحمن وغیرہ۔کسی نام کے اچھے معنے نہ ہوتے تو اسے بدل دیتے۔ایک شخص کا نام حزن تھا، جس کے معنی غم کے ہیں، آپ ﷺ نے اس کا نام سہل رکھ دیا جو آسانی کے معنی دیتا ہے (بخاری)۔ایک عورت کا نام عاصیہ تھا جس میں نافرمانی کا مفہوم ہے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا یعنی خوبصورت۔(شمائل ترمذی باب ماجاء فی مشیۃ رسول اللہ، بخاری کتاب العلم، مسند احمد۔اسوہ انسان کامل ص 11، 15)

معاشرت: رسول کریم ﷺ کی معاشرت اپنے اہل خانہ اور صحابہ کرام کے ساتھ رحمت کی آئینہ دار تھی۔فرمایا:''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہو اور میں تم میں سب سے بڑھ کر اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں'' (ابن ماجہ)۔گھر میں بے تکلفی سے خوش خوش رہتے۔کبھی بیویوں کو کہانیاں اور قصے بھی سناتے۔اہل خانہ سے حد درجہ کی نرمی اور اکرام کا سلوک فرماتے۔(بخاری)

اپنے صحابہ کی ضروریات اور جذبات کا بے حد احساس تھا۔ان کے حالات سے باخبر رہتے مگر کسی کے خلاف یکطرفہ کوئی سننا گوارہ نہ کرتے۔فرماتے تھے کہ اپنے اصحاب کے لئے میرا سینہ صاف رہنے دو (ابو داؤد) صحابہ کو فاقہ کی تکلیف ہوتی تو اپنے گھر لے جا کر تواضع فرماتے یا پھر صحابہ کو تحریک کر دیتے۔اگر کوئی صحابی مسلسل تین دن تک نمازوں میں نظر نہ آتا تو یاد فرماتے، اگر موجود ہوتا تو ملاقات کرتے، اگر کہیں سفر وغیرہ پر گیا ہو تو اس کے حق میں دعا کرتے۔اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کرتے۔(بخاری)۔اپنے یہودی خادم کا حال پوچھنے اس کے گھر گئے۔بوقت عیادت مریض پر ہاتھ پھیرتے اور شفاء کی دعا کرتے (بخاری)۔

اپنے ساتھیوں پر خاص توجہ فرماتے۔کوئی ساتھی راستہ میں مل جاتا تو رک کر اس سے ملتے اور کھڑے رہتے یہاں تک کہ وہ خود اجازت لیتا۔کسی سے مصافحہ کرتے تو اس وقت تک ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک وہ نہ چھوڑے۔اپنے ساتھیوں سے تحائف قدردانی کے ساتھ وصول فرماتے تھے۔خوشبو اور دودھ کا تحفہ کبھی رد نہ فرماتے اور بدلہ میں بہتر تحفہ عطا فرماتے تھے (احمد)۔تحفہ میں زمزم کا پانی دینا پسند فرماتے تھے۔صدقہ کا مال اپنی ذات کے لئے نہ لیتے تھے۔انصار کے گھروں میں ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے (احمد)۔ان کے بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے، پیار دیتے اور دعا کرتے۔بعض بچوں کی پیدائش پر کھجور سے گڑتی بھی دی (بخاری)۔

گھر میں بیک وقت نو بیویاں رہیں، ہمیشہ ان میں عدل فرماتے، ان میں سے کسی کو سفر پر ہمراہ لے جانے کے لئے فیصلہ قرعہ اندازی سے فرماتے (احمد)۔مدینہ سے رخصت ہوتے وقت سب سے آخر میں اپنی لخت جگر حضرت فاطمہؓ سے مل کر جاتے اور واپسی مسجد نبویؐ میں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ہی آکر ملتے (احمد)۔سفر سے واپس تشریف لاتے تو خاندان کے بچے اور اہل مدینہ آپ ﷺ کا استقبال مدینہ سے باہر جا کر کرتے (بخاری)۔

آپ ﷺ عام مسلمانوں کی دعوت طعام بلاتفریق فرماتے (بخاری)۔اپنے صحابہ کے جنازہ اور تدفین میں شامل ہوتے تھے، سوائے اس کے کہ کوئی شخص مقروض ہو تو اس کے بارہ میں فرماتے تھے کہ اس کا جنازہ خود پڑھ لو (بخاری)۔ایک دفعہ رات کو ایک غریب خادم مسجد فوت ہوا اور آپ ﷺ کو اطلاع دیئے بغیر دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر جا کر دعا کی اور صحابہ کو خفا ہوئے کہ کیوں اس کے جنازہ کی اطلاع نہ کی۔

صحابہ کے ساتھ قومی کاموں میں برابر کے شریک ہوتے۔مسجد نبویؐ کی تعمیر میں ان کے ساتھ مل کر اینٹیں اٹھائیں تو غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی میں حصہ لیا اور مٹی باہر نکالی۔(بخاری)

آپؐ خادموں سے بہت حسن سلوک فرماتے تھے۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی ہے، کبھی آپؐ نے مجھے اف تک نہیں فرمایا، کبھی کسی بات پر نہیں ٹوکا (بخاری)

حضرت علیؓ نے امام حسینؓ کے اس سوال پر کہ رسول کریم ﷺ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ سلوک کیسا ہوتا تھا۔حضور ﷺ کی معاشرت کا دلآویز نقشہ یوں کھینچا کہ:''رسول خدا ﷺ ہمیشہ مسکراتے تھے۔عمدہ اخلاق والے اور نرم خو تھے، ترش رو تھے نہ تندخو، نہ کوئی فحش زبان پر لانے والے، نہ چیخ کر بولنے والے، عیب چیں تھے نہ بخیل، جو بات ناگوار ہوتی اس کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے، نہ اس کے بارہ میں کوئی جواب دیتے۔آپ ﷺ نے اپنے آپ کو تین باتوں سے کلیۃً آزاد کر لیا ہوا تھا، جھگڑے، تکبر اور لایعنی وفضول باتوں سے اور تین باتوں میں لوگوں کو آزاد چھوڑ رکھا تھا، یعنی آپ ﷺ کسی کی مذمت نہ کرتے تھے، کسی کی غیبت نہ کرتے تھے اور کسی کی پردہ دری نہ چاہتے تھے۔آپ ﷺ صرف اس امر کے بارے میں گفتگو کرتے جس میں ثواب کی امید ہو۔(الشفاء)

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 14)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تا کہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمّتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بد دیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

سازشی عناصر کی جماعت

سابق امیر جماعت اسلامی زبیر فاروق خان نے دین سے منسوب تنظیم جماعت اسلامی کی قیادت پر سنگین الزامات عائد کرتے ہوئے جماعت کی بنیادی رکنیت سے استعفیٰ دینے کا اعلان کیا ہے اوران کا کہنا تھا کہ جماعت اسلامی مذہب و دین کے نام پر قائم ہوئی ہے اوراس کا مقصد اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے عملی جدوجہد کرنا ہے اور افسوس ہے کہ جماعت اسلامی خود ہی اسلامی نظام سیاست کے رہنما اصولوں کو فروگذاشت کر چکی ہے اور اب وہ کٹھ پتلیوں اور سازشی عناصر کی جماعت بن چکی ہے۔ جماعت اسلامی میں سازشی ٹولہ سرگرم ہے۔ جماعت اسلامی کے سارے فیصلے مخصوص ٹولے کے ہاتھوں میں ہیں۔ امیر جماعت اسلامی سراج الحق بھی اس سازشی ٹولے کا حصہ ہے۔ اسی سازشی ٹولے نے مجھے ناجائز طور پر امارت سے معطل کیا ہے۔ این اے ۵۴ سے آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑوں گا۔ (روزنامہ جنگ ۲۹ مئی ۲۰۱۸ء اور دیگر اخبارات)

صرف اور صرف موت

یہ بات تو طے ہے کہ ہر مسلمان چاہے وہ مشرق میں بستا ہے یا مغرب میں، وہ جب تک اپنے نبی کی شان میں ہونے والی گستاخی کا بدلہ نہیں چکا لے گا اسے سکون میسر نہیں آ سکتا۔ کیونکہ اسلام میں گستاخی رسول کی سزا معافی نہیں صرف اور صرف موت ہے۔

(توہین رسالت غیرت ایمانی کی آزمائش از مولوی اسلم لودھی۔ صفحہ ۵)

دعویٰ ہی دعویٰ ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۵۵ پر اسلم لودھی صاحب لکھتے ہیں:۔

ایک طرف صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے وزیر اعظم ڈنمارک سے خاکوں کی اشاعت پر معافی مانگنے کا مطالبہ کیا ہے تو ادھر سٹراس برگ میں یورپی پارلیمنٹ کے ارکان نے یورپ اور اسلامی دنیا میں پیغمبر اسلامؐ کے بارے میں چھپنے والے متنازع خاکوں کے خلاف ہونے والے پرتشدد مظاہروں کی مذمت کی ہے اور ڈنمارک کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یورپی یونین کے رکن کسی بھی ملک پر حملہ سب پر حملے کے مترادف سمجھا جائے گا۔ یورپی کمیشن کے صدر جوزمینوئل برسو نے دھمکی دی کہ ڈنمارک کی مصنوعات پورے یورپ کے بائیکاٹ کے برابر خیال کیا جائے گا۔

قارئین! بڑے شرم کی بات ہے کہ نہ کارٹونسٹ نے معافی مانگی اور نہ یورپی پارلیمنٹ نے شرمندگی محسوس کی اور نہ اس کا اظہار کرنا ضروری سمجھا۔ الٹا احتجاج کرنے والوں کو جھڑک دیا اور بائیکاٹ کی دھمکی کا جواب اتنا سخت دیا کہ کسی بھی اسلامی ملک نے بائیکاٹ کا لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ یورپی یونین کا اتفاق مثالی ہے اور اسلامی ممالک کا تفرقہ بھی مثالی ہے۔ رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے عملی طور پر توہین رسالت پر واویلا تو ہے مگر اتفاق و اتحاد کا نام و نشان تک نہیں ملتا، چار دن انفرادی طور پر شور شرابہ کرنے کے بعد پیشاب کی طرح بیٹھ جانا عام ہو گیا ہے۔

نہایت مزیدار کباب

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے دشمن کے گھر میں پیدا کیا گیا اور اسی سے پرورش کروائی گئی اسی طرح مولانا محمود حسن صاحب کو انگریز کے زیر حکومت پرورش کرایا گیا۔ حضرت کے والد ماجد انگریزی ملازم تھے۔ مسٹن گورنر یو پی کہتا تھا کہ ہم اگر مولوی محمود حسن کو جلا کر خاکستر کر دیں تو اس کی خاک بھی ہم سے نفرت کرے گی۔ مولانا سے مالٹا کی واپسی پر جبکہ مولانا انگریزوں کی قبائح کو ذکر کر رہے تھے بعض حاضرین مجلس نے کہا کہ حضرت انگریزوں میں کچھ اچھائیاں بھی ہوں گی تو فرمایا کہ ہاں ایک اچھائی ہے انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اُن کے کباب نہایت مزیدار ہوں گے۔ (نقش حیات جلد ۲ از مولانا سیّد حسین احمد مدنی صفحہ ۴۷۲)

داڑھی کو ترشوانا

برطانیہ کے ایک عالم عمران ابن منصور نے فتوی دیا ہے کہ داڑھی کو ترشوانا بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی اپنا ہاتھ یا ٹانگ کٹوادے۔ یاد رہے اسی مولوی نے عورتوں کی بے حجابی پر نہ صرف روتے ہوئے تنقید کی تھی بلکہ عورتوں کی بے حجابی کے سبب گھر سے باہر نکلنا بھی اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ بے حجاب عورتوں کو دیکھنے کے گناہ سے بچا جا سکے۔ (پا

''تحریک نظام مصطفیٰ''

مشہور کالم نگار جناب عطاالحق قاسمی صاحب لکھتے ہیں:۔

ذوالفقار علی بھٹو اگرچہ میرا آئیڈیل لیڈر نہیں ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ مَیں اس دور میں ''تحریک نظام مصطفیٰ'' کو واقعی ایسی تحریک سمجھ بیٹھا جو پاکستانی عوام کو ایک فلاحی اسلامی مملکت بنانے جا رہی تھی، اس دور میں مجھ ایسے لاکھوں جذباتی نوجوانوں کو یہ سمجھ نہ آئی کہ جس تحریک کو بی بی سی اور وائس آف امریکہ مواصلاتی ذرائع سے ''لیڈ'' کر رہے ہوں اور مارک ٹیلی مظاہرین کو نیلا گنبد جمع ہونے کی ترغیب دیتا ہو، جس کے بارے میں اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ وہ سی آئی اے کا ایجنٹ تھا، وہ تحریک پاکستانی عوام کے لیے خیر و برکت کا باعث کیسے ہو سکتی ہے؟

(تحریکِ نظامِ مصطفیٰ اور تحریک نظام پانامہ۔ از عطاالحق قاسمی۔ ۱۱ اپریل ۲۰۱۶ء روزنامہ جنگ)

جناب عطاالحق قاسمی صاحب کو ''تحریک نظام مصطفیٰ'' کے خیر و برکت نہ ہونے کا علم ۳۹ برس کے بعد ہوا۔ جبکہ جاننے والے تبھی اس تحریک کو برپا کرنے والوں کی اصلیت جان گئے تھے، جب ۹ ستارے جو ایک دوسرے کو مسلمان تو کجا اچھا انسان بھی نہیں سمجھتے تھے ''تحریک نظام مصطفیٰ'' کے پلیٹ فارم پر اپنی اپنی نماز اپنے اپنے فرقہ کے امام کی اقتداء میں پڑھ کر ''تحریک نظام مصطفیٰ'' زندہ باد کا نعرہ لگاتے تھے۔

جھوٹ ناجائز نہیں بلکہ ضروری ہے

مولانا سیّد حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:۔

عام لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ ہر حالت میں برا اور حرام ہے حالانکہ جھوٹ بعض اوقات میں فرض اور واجب ہو جاتا ہے اور بعض اوقات میں مستحب اور بعض اوقات میں مباح اور بعض اوقات میں حرام اور مکروہ ہوتا ہے۔ اگر کسی بیگناہ غیر مستحق کو کوئی ظالم قتل کرتا ہو، اور جھوٹ بول کر اسے بچانا ممکن ہو تو اس وقت جھوٹ بولنا واجب ہوگا۔ اور اگر جھوٹ کے ذریعہ کوئی بھلائی پیدا ہوتی ہو جیسے دولڑنے والوں میں صلح کرا دینا تو اس وقت جھوٹ بولنا مستحب ہو جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس** جو شخص جھوٹ بول کر صلح کرا دے وہ جھوٹا نہیں ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز۔ اصلاح والا جھوٹ فتنہ والی سچائی سے بہتر ہے۔ اسی طرح اپنی بیوی سے ایسا جھوٹ بولنا جس سے محبت میں اضافہ ہو، مباح یا مستحب ہے۔

اس لیے صریح جھوٹ بھی ظالم انگریزوں سے بچاؤ کے لیے کسی طرح ممنوع نہ تھا۔ مالٹا میں مولانا عزیز گل صاحب نے حضرت شیخ الہند سے پوچھا کہ ہم لوگوں نے ناجائز کام کیا؟ (کہ ہم نے تو باغیانہ سرگرمی میں ملوث تھے اور سی آئی ڈی پولیس کو بتایا کہ ہم نے کوئی باغیانہ فعل نہیں کیا۔ مضمون نگار) تو حضرتؒ نے جواب دیا کہ ہمارے بزرگوں نے ۱۸۵۷ء میں سب کچھ کیا تھا مگر جب انگریز حکام نے پوچھا تو سب کا انکار کر کے چلے آئے اور کسی چیز کا انکار نہ کیا۔ الحاصل یہ شبہ بے علمی کی وجہ سے ہے، یہ جھوٹ ناجائز نہیں بلکہ ضروری ہے۔

الحاصل مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے سی آئی ڈی آفیسر کے تمام الزامات اور حضرت شیخ الہندؒ اور ان کی جماعت کے متعلق تمام باغیانہ سرگرمیوں کا انکار کر دیا۔ (نقش حیات جلد ۲ از مولانا حسین مدنی صفحہ ۶۲۶)

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ ''جھوٹ وہی باندھا کرتے ہیں جو اللہ کے نشانوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ پکے جھوٹے

ہوتے ہیں۔'' سورۃ النحل کی اس مقدس آیت سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جو لوگ اللہ کے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے، اللہ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لیے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے لیے یہ پیغام دیتا ہے۔ ''یقیناً ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ جو جھوٹ بولتا ہے اور الٹا پھر جاتا ہے اس پر عذاب ہوگا۔'' جھوٹ بولنے والوں کے متعلق سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ان کے دلوں میں بیماری ہے، پس اللہ نے ان کو بیماری میں بڑھا دیا۔ اور ان کے لیے بہت دردناک عذاب (مقدر) ہے بوجہ اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔'' سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' پھر اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب میں فرماتا ہے ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اس نے ایک بڑی کامیابی کو پالیا۔''

عربی زبان میں قول سدید اور قول صادق میں فرق ہے۔ دیگر مذاہب صرف یہ تعلیم دیتے ہیں کہ سچ بولو لیکن اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ تمہارا قول سچا اور ساتھ ہی سدید بھی ہونا چاہیے یہ عین ممکن ہے کہ ایک قول قول صدق ہو لیکن قول سدید نہ ہو لیکن قول سدید قول صدق ضرور ہوتا ہے۔ قول سدید کے معنے یہ ہیں کہ اس میں کوئی کجی نہ ہو اور وہ نا صرف معناً سچ ہو بلکہ ان مخفی خیالات کے لحاظ سے بھی سچ ہو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔'' نام نہاد مولوی سمجھتے ہیں

مقدس ہو گیا ہے جھوٹ میرا ☆ مجھے تو اب اسی کا آسرا ہے

تین فتوے

سوال: کیا فرماتے ہیں حالت روزہ میں نابالغ لڑکی سے صحبت یا جلق جان بوجھ کر کی جائے تو قضا واجب ہوگی یا کفارہ؟

جواب: مولانا مفتی محمود: نابالغہ لڑکی کے ساتھ جماع کرنے کی صورت میں اگر دخول ہو گیا تو کفارہ اور قضا دونوں واجب ہیں، اگر نہ ہوا اب اگر انزال نہیں ہوا تو روزہ فاسد نہیں اور اگر ہوا تو فقط قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔۔۔

سوال: روزہ یاد نہیں رہا اور زنا کیا تو کیا روزہ فاسد ہو گیا؟ اور اگر فاسد ہو گیا تو کفارہ واجب ہوگا یا قضا؟

جواب: مولانا مفتی محمود: روزہ فاسد نہیں اور زنا کا گناہ ہوگا۔

سوال: کیا روزہ کی حالت میں ٹیکہ کرانے سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

جواب: مولانا مفتی محمود: ٹیکہ کرانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ مولانا مفتی محمود۔ جلد ۱۱۔ ناشر جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور پاکستان صفحہ ۱۵۶)

مسجد کے غسل خانے کے اندر

کسی نے آغا صاحب سے مولانا ابوالکلام آزاد کے تبحر علم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا ''محی الدین کے متعلق پوچھتے ہو۔ ہم دونوں اکٹھے امریکی اور عیسائی مبلغوں سے مناظرے لڑتے رہے ہیں۔ گھنٹوں اپنا گلا پھاڑتے تھے عجیب دن تھے وہ بھی۔''

یہ کہہ کر آغا صاحب لاچے اور آزار بند کے بھڑکیلے رنگوں اور کانوں میں اڑسے ہوئے پھوئے اور سر میں چپڑے ہوئے عطر کی تیز خوشبو سمیت بیتے ہوئے دنوں کی یاد میں کچھ عرصے کے لیے کھو گئے۔ آپ نے موٹی موٹی آنکھیں بند کر لیں۔ جو ہیئت آپ نے بنا رکھی تھی اس سے گو آپ رنڈیوں کے پیر دکھائی دیتے تھے لیکن ان کا چہرہ بڑا بارعب تھا۔ جھکے ہوئے پپوٹوں کی جھریوں والی پتلی جلد کے نیچے موٹی موٹی کانچ کی گولیاں حرکت کر رہی تھیں۔ انہوں نے جب آنکھیں کھولیں تو میں نے سوچا کتنے برسوں کا نشہ ان پر منجمد ہے۔ کس قدر سرخی ان کے ڈوروں میں جذب ہو چکی ہے۔

آغا صاحب نے پھر کہا ''عجیب دن تھے وہ'' آزاد ڈھیل کے پیچ لڑانے کا عادی تھا، مجھے آتا تھا مزہ کھینچ کے پیچ لڑانے میں ایک ہاتھ مارا اور پیچ کاٹ لیا۔ حریف منہ دیکھتے رہ گئے۔ ایک دفعہ آزاد بری طرح گھر گیا۔ مقابلہ چار نہایت ہی ہٹ دھرم عیسائی مشنریوں سے تھا۔ میں پہنچا تو آزاد کی جان میں جان آئی۔ اس نے مشنریوں کو میرے حوالے کیا۔ میں نے دو تین ایسے اڑنگے دیے کہ بوکھلا گئے۔ میدان ہمارے ہاتھ میں رہا لیکن میرا حلق سوکھ گیا۔ قیامت کی گرمی تھی، مسجد دوزخ بنی ہوئی تھی۔ میں نے آزاد سے کہا ''وہ بوتل کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا 'میری جیب میں' میں نے کہا خدا کے لیے چلو میرا حلق سوکھ کے لکڑی ہو گیا ہے' دور جانے کی تاب نہیں تھی۔ وہیں مسجد میں ایک غسل خانے کے اندر جھک مارنی پڑی۔

(گنجے فرشتے از سعادت حسن منٹو صفحہ ۳۷، ۳۸)

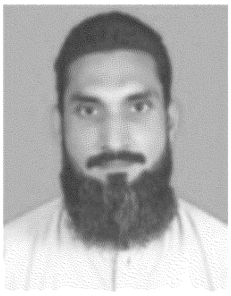

عید کی خوشیاں محروم افراد کے ساتھ......!

تحریر: رانا اعجاز حسین چوہان۔ پاکستان

خالق کائنات نے امت مسلمہ پر احسان فرماتے ہوئے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ جیسے خوشی کے مقدس تہوار عطاء فرمائے جن کے آتے ہی ہر مسلمان کے دل میں قدرتی طور پر جوش و ولولہ پیدا ہو جاتا ہے۔عیدالفطر کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کو روزوں اور عبادات رمضان کا انعام عطاء فرماتا ہے، نیز دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ملائکہ کے سامنے فخر کرتا ہے اور انہیں مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ''اے میرے فرشتو! اس اجیر (مزدور) کی جزا کیا ہے جس نے اپنے ذمہ کا کام پورا کر دیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اس کی جزا یہ ہے کہ اس کی مزدوری اسے پوری پوری دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ اے میرے ملائکہ! میرے ان بندوں نے اپنا وہ فرض پورا کر دیا جو میں نے ان پر عائد کیا تھا۔پھر اب یہ گھروں سے (عید کی نماز ادا کرنے اور) مجھ سے گڑ گڑا کر مانگنے کے لیے نکلے ہیں۔قسم ہے میری عزت اور میرے جلال کی، میرے کرم اور میری بلند شان کی اور میری بلند مقام کی، میں ان کی دعائیں ضرور قبول کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے، جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا''۔گرمی کی حدت وشدت میں روزے کی محنت و مشقت اٹھانے والے ایسے خوش نصیب ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رضا و مغفرت اور گناہوں کی بخشش کے اعزاز سے نوازتا ہے، اور ان کے اعزاز میں ہونے والی تقریبات کا اہتمام و انتظام فرش پر ہی نہیں عرش پر بھی کیا جاتا ہے، جنت کو ان کے اعزاز میں سجایا، سنوارا جاتا ہے اور فرشتوں میں ان کا تذکرہ ہوتا ہے۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس ماہ مبارک کی برکتوں، رحمتوں کو سمیٹا، گناہوں کو بخشوایا، قیام اللیل کیا، دن کو روزے رکھے، سب سے قطع تعلق ہو کر اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کیا، صبر و ایثار کو اپنایا، مساجد کو آباد کیا، قرآن مجید کو سنا اور سنایا، اپنی جبینوں کو اللہ ربّ العزت کے حضور جھکایا، اپنی زندگیاں، شب روز، معاملات، معمولات، کاروبار، گھربار کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا عہد کیا۔ جھلسا دینے والی گرمی اور بے تاب و بے قرار کر دینے والی بھوک و پیاس کو برداشت کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے رمضان المبارک کے مہینے میں محنت و مشقت کی۔عیدالفطر ماہ رمضان کے ان روزوں کا انعام، اور امت مسلمہ کے مسلمانوں کے لئے خوشیوں کی نوید ہے۔ہمیں احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے اس دن کو اپنے گناہوں سے مغفرت کا دن بنانا چاہیے۔اور عید سعید کی خوشیوں کے لمحات میں ایسے ہر کام سے بچنا چاہیے جو شعائر اسلام کے منافی ہو۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔''عید ان کی نہیں جنھوں نے عمدہ لباس سے اپنے آپ کو زیب تن کیا، بلکہ حقیقتاً عید تو ان کی ہے جو خدا کی وعید اور پکڑ سے ڈر گئے۔عید ان کی نہیں جنہوں نے بہت سی خوشبوؤں کا استعمال کیا عید تو ان کی ہے جنہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اس پر قائم رہے۔''

پورے ماہ رمضان قید رہنے کے بعد اس دن شیطان جو ہمارا ازلی دشمن ہے آزاد ہو جاتا ہے، ہمیں احتیاط سے کام لینا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس دشمن کے بہکاوے میں آ کر ماہ رمضان میں سمیٹی نیکیوں کو ضائع کر دیں، اور عذاب الٰہی کے مرتکب ٹھہریں۔لہٰذا عید کے دنوں میں غیر شرعی، غیر اسلامی کاموں سے، بری مجلسوں میں جانے، ناچنے گانے اور بے ہودہ پروگراموں میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔اور عید سعید کی خوشیوں میں ان افراد کو ضرور شامل کرنا چاہئے جنکا کوئی پوچھنے والا نہیں، کیونکہ ہمارا مذہب اسلام سب سے زیادہ معاشرتی اور سماجی فلاح، مساوات اور رواداری کا درس دیتا ہے، اور آسودہ حال مسلمانوں کو پابند کرتا ہے کہ وہ معاشی طور پر بدحال لوگوں کا سہارا بنیں، کیونکہ اپنے لیے تو سب جیتے ہیں، جینا وہ ہے جو دوسروں کی خاطر ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جو اس کی عیال سے محبت کرے۔'' اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''خدا کی قسم وہ مومن نہیں، جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی

اس کے پہلو میں بھوک سے کروٹیں بدلتا رہے۔'' اس لئے عید سعید کے موقع پر ہمیں خوشیاں منانے یا خوشیاں پانے سے زیادہ خوشیاں بانٹنا چاہیے، اور اپنی خوشیوں میں غرباء و مساکین اور محتاجوں کو بھی شامل کرنا چاہیے، کیونکہ یہ خوشیاں ہی تو زندگی کی راہوں میں تازگی اور مسرتوں کے چراغ ہیں اگر انکی روشنی دوسروں کی راہوں میں بکھیر دی جائے تو ان میں کمی نہیں ہوگی۔ عید کا دن جہاں پیار محبت اور خوشیاں بانٹنے کا دن ہے وہاں نفرتوں، ملامتوں اور ناراضگی کے مٹانے کا بھی دن ہے، عید کے موقع پر نفرتوں کو بھول کر، رنجشوں کو ترک کر کے عزیز رشتہ داروں کو گلے سے لگانا چاہیے، نہ معلوم اگلی عید کے موقع پر ہمیں ان کی یا انہیں ہماری رفاقت نصیب ہو یا نہ ہو۔ عید کے موقع پر والدین کو خصوصی وقت دینا چاہیے، کیونکہ زندگی کے انتہائی تیز رفتار شب و روز میں اکثر بزرگوں کو ہم خرید کر ہر چیز تو دے دیتے ہیں اور اشیائے صرف کا انبار بھی لگا دیتے ہیں مگر ایک چیز جسکی شدید کمی ہے اور وہ وقت ہے جو ہم لوگ اپنے والدین اور بزرگوں کو نہیں دے پاتے۔ عید چونکہ ماہ صیام میں تزکیہ النفس کا انعام ہے، اس لئے جو خوشی اور مسرت کی کیفیت اس تہوار میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور تہوار میں نہیں لیکن ہمارے بدلتے رویوں اور مصنوعی ماحول کی وجہ سے عید کی حقیقی خوشیاں ماند پڑ جاتی ہیں۔ عید کے موقع پر حقیقی خوشی ایک دوسرے سے ملنے اور مل بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے لیکن ہم نے باقاعدہ ملنے کے بجائے موبائل کے ذریعے پیغامات کو کافی سمجھ لیا ہے۔ ہمیں نہ صرف اپنی خوشیوں میں دوسروں کو شریک کرنا چاہئے بلکہ عید کی خوشیوں کو دوبالا کرنے عید کے پرمسرت لمحات محروم طبقات کے سنگ گزارنا چاہیے۔ اسپتالوں میں داخل مریضوں، چائلڈ ہوم اور یتیم خانوں میں پرورش پانے والے بچوں، اولڈ ہاؤس میں زندگی کے دن پورے کرنے والے بزرگوں، نابینا و معذور افراد کے اداروں اور جیلوں میں پابند سلاسل قیدیوں کے ساتھ عید منا کر عید کی مسرتوں کو دوبالا کیا جا سکتا ہے۔

بقایا: ختم نبوت تحریک تاریخ کے آئینے میں اور ہمارا سماج

گویا قلمی تے کی گئی ہے کہ جس کی بدبو اور متعفن ماحول کی وجہ سے نوجوان کا اپنا ذہن آلودہ ہے اور اپنے آباء کی طرح اُس کی زبان بھی زہر ہی اُگلتی ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اب دلیل کی بجائے کردار کشی کو ہی دفاع ختم نبوت قرار دیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب نئی نسل کے اس گستاخانہ رویے کی جانچ پڑتال کرنے کی کوشش کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین ختم نبوت کی جانب سے نادانستہ طور پر تحریکات، نعروں اور جلسے جلوس کے دوران عوام کی تربیت و اصلاح میں کمی رہ گئی ہے۔ وقتی جوش، شعلہ بیانیوں اور جوشِ خطابت نے عارضی مقاصد تو حاصل کر لیے لیکن اُن کے اس رویے نے دورِ حاضر کے انداز گفتگو کی داغ بیل ضرور ڈال دی۔

چنانچہ اگر ہم اصلاحی طور پر مشاہیر ختم نبوت کی انداز تبلیغ پر نظر دوڑاتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر عمائدین و سالارانِ ختم نبوت تحمل اور برداشت کے ساتھ ان مشن کو آگے بڑھانے کی نصیحت کرتے تو آج فرقہ احمدیہ یوں ترقی و ترویج کی شاہراہ پر گامزن نہ ہوتا۔ اقوامِ عالم میں ان کے علمائے کرام اور تنظیمی مجالس یوں فعال نہ ہوتیں لیکن افسوس صد افسوس ختم نبوت کے اکابرین و رہنما اور کارکنان اسلام کی دعوت و تبلیغ کی اصل حکمت کو بھول کر وقتی جذبات کی رو میں بہتے چلے گئے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کئی مرتبہ امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے قائد اعظم کو کافرِ اعظم اور پاکستان کو پلیدستان کہتے ہوئے احمدیوں کے خلاف بدترین زبان استعمال کی۔ جب پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف روایتی انداز سے ہٹ کر بانی سلسلہ احمدیہ کو مینار پاکستان سے چھلانگ لگانے کی دعوت دیتے رہے جو تبلیغ ہدایت کے طریقہ کار سے مختلف بات تھی۔ جب مجاہدِ ختم نبوت مولانا انور شاہ کشمیری تمام عمر احمدیہ اکابرین کو شقی، دجال، کذاب، لعین اور مردود جیسے ناموں سے پکار کر احمدیہ جماعت کو ہمیشہ بددعائیں دیتے رہے۔ جب پروفیسر محمد الیاس برنی نے قادنیت مذہب کے نام پر اپنی اس کتاب میں توہین آمیز تحریرات شامل کیں اور اسی طرح دیگر مجالس و تنظیم ختم نبوت میں احمدیہ جماعت کے خلاف گالم گلوچ اور توہین آمیز رویے کو تبلیغ قرار دیا تو آنے والی نئی نسل بھی اسی انداز تبلیغ کو اپنا شعار قرار دیا۔ سوشل میڈیا پر نظر دوڑا کر دیکھ لیجیے ہر کوئی احمدیوں پر دینِ اسلام کی اصل تعلیم نرمی، صلح جوئی اور دعوت و تبلیغ کی بجائے لعنت اور لعنت بھیجنے کی حکمت عملی اپنائے ہوئے ہے۔

الغرض جب مجلس احرار، تنظیم ختم نبوت اور دیگر احمدیہ مخالف تحریکات کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ماضی کے نامور سالارِ ختم نبوت کے مجاہدین کی جانب سے شروع کی گئی تنظیم ''ختم نبوت تحریک'' کے اعصاب شل ہو چکے ہیں۔ باہمی رنجشوں، مالی مفادات، نئی نسل کی عدم دلچسپی کے باعث تنظیم اب لاچاری اور بے بسی کا شکار ہو چکی ہے۔ ان تھک محنت اور ریاضت کے باوجود تحریک اب بھی جمود کی کیفیت اور سست روی کا شکار ہے۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت کا شکستہ وجود اب لرز رہا ہے گویا ایک لاشہ ہے جو زمین سے لگ کر رینگ رہا ہے۔ جس کے وجود میں اب زندگی کی رمق باقی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم فرمائے۔

”ہم کہ ٹھہرے اجنبی“

تحریر: نصیر احمد۔لندن

ہمیں بچپن سے ہی مشہور ہونے کا بڑا شوق تھا اور اس شوق میں نہ صرف ہمارے وجود مبارک پر بلکہ ہماری روح شریف پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے۔سادہ زبان میں ہم یوں کہیں گے کہ شہرت کی دیوی کو قابو میں لانے کے چکر میں ہم نے اپنے محلّہ اور مضافات کے تین محلّوں کے تقریباً ہر شریف و لفنگے آدمی سے زدوکوب ہونے کا شرف حاصل کیا ہوا تھا۔جب جسم اور روح پر زخموں کے نشان مندمل ہوئے تو ہمیں ایک بار پھر قسمت آزمائی کا جنون چڑھا لیکن اب کی بار ہم انتہائی پرعزم تھے کہ شہرت حاصل کر کے ہی چھوڑیں گے چاہے ہمیں اس کے لئے کتنی بڑی قیمت چکانی پڑے۔

ستم ظریفی قسمت کے ہمارے ہاتھ ایک شعر لگ گیا جس کے متعلق ہمیں کامل یقین ہے کہ ہمیں اس کی سمجھ نہیں آئی تھی لیکن ہم نے آگے بڑھنے کی ٹھان لی تھی۔شعر مکمل تو یاد نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ اس کا ایک مصرعہ یہ تھا

”بدنام ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا“

قارئین کی اطلاح کے لئے ہم یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ ہمیں پتا نہیں کہ یہ شعر ہے بھی یا نہیں۔پر جو بھی ہے ہم نے اس کے پیچھے چھپی سقراطی حکمتِ عملی کو بھانپ لیا۔ہم اس شعر کا مفہوم کچھ یوں سمجھے کہ شہرت حاصل کرنے کے لیے شاید بدنام ہونا لازمی ہے۔یعنی حصولِ بدنامی ہی دراصل نام کمانے کا ذریعہ ہے۔تین سے چار منٹ سوچنے کے بعد ہم نے سکندرانہ فیصلہ کرلیا کہ ہم ہر صورت بدنام ہوں گے تا کہ شہرت کی بلندیوں کو چھو سکیں۔

اگلے مرحلے میں ہم نے چند ایک طریقہ واردات پر غور کرنا شروع کر دیا۔دوست احباب سے مشاورت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ سیاست میں قدم رکھنے کے علاوہ سستی بدنامی حاصل کرنے کا اور کوئی مستند راستہ نہیں ہے۔بدنامی سستی ہو یا مہنگی، ہمیں اس سے کوئی غرض نہ تھی۔ہماری منزل بدنامی تھی اور بس۔ پھر کیا تھا ہم ایک مردِ قلندرانہ کی بے نیازی وجود پر طاری کیے ہوئے اپنے علاقے کے سب سے بدنام سیاستدان کے پاس کچھ نصیحت کے حصول کے لیے جلوہ افروز ہوئے۔انہوں نے مشورے کم دیے لیکن عملی طور پر بدنامی کے تمام فضائل ہمارے اوپر آشکار کر دیے۔اسی طرح ہم ایک دو اور افراد سے بھی مستفید ہوئے اور کچھ کتب کا مطالعہ بھی کیا۔تقریباً ساڑھے سات دن اور سینتالیس منٹ کی اس معرکہ خیز جد وجہد کے بعد ہم بدنام ہونے کے تمام پیچ وخم سے واقف ہو چکے تھے اور دلی طور پر مطمئن ہو گئے تھے کہ اب منزل دور نہیں۔ ہماری ساری تحقیق کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

سیاست سے متعلق اس کالے علم کے حصول کے بعد یہ بات آشکار ہوئی کہ ہمیں جھوٹ بولنے پر اتنا کامل عبور ہونا چاہیے کے بس اللہ معافی۔ہمیں جھوٹ بولنے کے جدید اور تخلیقی طریقہ کار بھی ایجاد کرنا ہوں گے تا کہ بوقتِ ضرورت پینترے بدلنے کے مقدس عمل کے دوران عوام کو شکوک وشبہات نہ ہوں۔مزید یہ کہ جھوٹ بولنے کے اس گھناؤنے فن میں ہمیں اتنا پہنچا ہوا ہونا چاہیے کہ بعض اوقات شیطان کو بھی جھوٹ بولنے کی مفت ہدایت دینے کے قابل ہوں۔اگر ہم ایسا کر پائے تو یہ اس منزل کی معراج تسلیم کی جاتی ہے۔

ہم نے سوچا کہ ہمارے اندر جھوٹ بولنے کی کافی صلاحیات موجود ہیں لیکن پھر بھی ملک کے سیاست دانوں کی زندگیوں کا مطالعہ کر کے ہم مستفید ہو سکتے تھے۔ لہٰذا ہم نے جھوٹ بولنے کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے روزانہ صبح دوپہر شام مشقوں کا آغاز کر دیا۔

صرف جھوٹا ہونے سے انسان ایک مکمّل سیاست دان نہیں بن جاتا۔ہمیں ایک نمبر کا چور، اُچکّا اور ڈاکو بھی ہونا چاہیے اگر ہم کمال شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں. اس کے لئے ہماری تحقیق نے ثابت کیا کہ ضروری نہیں کہ ہم علی بابا اور چالیس چور کی کہانی والے ڈاکو اور چور کی طرح ہی ہوں یعنی گھوڑوں، چابک اور تلوار کا استعمال جانتے ہوں۔دورِ جدیدہ کی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں ایسا ڈاکو بننا تھا جو عوام کے پیسے کھا کر عوام ہی کے ساتھ مل کر با جماعت اس زیادتی پر رونا دھونا کر سکتا ہو، پیسہ ملک سے باہر بھجوا کر گھر اور بنگلے بنوا سکتا ہو اور عوام میں عید کے موقع پر آٹے کی تھیلیاں تقسیم کر کے اپنے کرتوتِ سیاہ کو سفید چادر سے ڈھانپ سکتا ہو۔ یہ چند ایک چیدہ چیدہ خصوصیات ہیں جو موجودہ دور کے ڈاکو حضرات میں بدرجہ اتم پائی جانی چاہییں ہم گو کے کمزور دل کے مالک تھے لیکن ہم نے غور وفکر کے بعد یہ اخذ کر لیا کہ ہم اپنی چھپی صلاحیتوں کو اجاگر کر کے ایک کامیاب ڈاکو بن سکتے تھے، پر اس کے لیے شدید محنت درکار تھی جس کے لئے ہم تیار تھے. لہذا ہم بھی اس منزل کے

راہی بن گئے جس منزل پر ہمارے ملک کے کافی سیاستدان پہلے سے ہی چل رہے تھے۔

سیاستدان بننے کے لیے ڈھیٹ ہونا اتنا ہی ضروری ہوتا ہے جتنا کہ صدر بننے کے لیے ڈاکو اور وزیر اعظم بننے کے لیے شریف ہونا پڑتا ہے۔ تحقیق کے مطابق اگر آپ عوام کی گالیاں سن کر، گندے ٹماٹر اور انڈوں کی بارش میں غسل فرما کر، جوتے کھا کر اور منہ پر کالک ملوا کر بھی ہشاش بشاش رہتے ہیں تو آپ نہ صرف ڈھیٹ ہوتے بلکہ سیاستدانی کی اعلی ترین منزلوں کے راہی بھی گردانے جاتے ہیں. ہم نے جب اپنا محاسبہ کیا تو اس معاملے میں ہم نے اپنے آپ کو موجودہ سیاستدانوں سے انتہائی کم تر پایا۔ تھوڑا سا احساسِ کمتری کا بھی شائبہ ہوا لیکن ہم ہار ماننے والے نہیں تھے۔ ہم نے ڈھیٹ بننے کی مشقیں شروع کر دیں۔ والدہ ماجدہ سے کہہ کر گندے ٹماٹر اور گندے انڈے مستقل بنیادوں پر اپنے لیے مختص کروا لیے اور اپنے کمرے میں جا کر خود ہی اپنے منہ پر ٹماٹر اور گندے انڈے مار کر شیشے میں اپنا ردِعمل دیکھتے۔ معیار یہ تھا کہ جب ٹماٹر اور انڈے منہ پر کھا کر ماتھے پر بل نہیں آئے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ڈھٹائی کی دنیا میں اپنا قدم رنجا فرما چکے ہیں۔ ٹھیک پچیس دِنوں بعد ہمیں امید اور سرخروئی کی کرن دکھائی دی جب ایک انتہائی گندہ ٹماٹر اپنی بائیں گال پر کھا کر ہمیں ایک کمینگی کا احساس ہوا اور ایک بدبو دار مسّرت حاصل ہوئی۔ ہم خوشی سے پُھولے نہ سما رہے تھے۔ والدہ کو بتایا تو انھوں نے بھی خوب بدعائیں دیں اور یہی ہماری بدنامی اور ڈھٹائی کے حصول کا ثبوت تھا۔

سیاستدان بننے اور بدنام ہونے کے لیے کسی اسکینڈل کا ہونا بھی لازمی تھا تا کہ اخبار والوں اور میڈیا والوں کی روزی روٹی کا بندوبست بھی ہوتا رہے اور وہ دن رات کہانیاں چلا چلا کر مکمل بدنامی کے حصول میں معاون و مدد گار ثابت ہوں۔ ہم نے بہت سوچا اور پھر انتہائی فخریہ طور پر ہم نے محلّے کے امام مسجد کی لڑکی کے ساتھ مراسم استوار کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے پیچھے ہماری حکمتِ درویش باوا تھی۔ عام آدمی کی لڑکی کے ساتھ اسکینڈل جلدی دم توڑ جاتا ہے۔ لیکن مولوی کی خطابت اور فتویٰ جات ہمیں نہ صرف خبروں میں رکھتے بلکہ مسلسل لعن طعن کی وجہ سے انسانی حقوق کی تنظیموں کے افراد بھی کرم فرمائی فرماتے۔ جیسا کہ ہم سیاستدان بننے کے لیے دیگر صلاحیتوں کی مشقیں کر کے ان کو اپنے اندر اجاگر کر رہے تھے اسی طرح ہم نے اسکینڈل بنوانے کی مشق کرنے کا بھی مصمّم ارادہ کر لیا۔ ایک دن ہم نے دل پر ہاتھ رکھ کر دن دھاڑے مولانا صاحب کی دخترِ سعیدہ کو ایک محبت نامہ تھما دیا۔ جنگل کی آگ کی طرح خبر پھیل گئی اور محلّے میں ایک بھونچال آ گیا جو ہمارے محتاط اندازے سے طاقت میں کافی زیادہ تھا۔ ہمیں خدشہ ہوا کہ کہیں ہم چار سات دنوں میں ہی بدنامی کی تمام منزلیں نہ طے کر لیں۔ لیکن جو ہوا وہ تو ہم نے سوچا بھی نہ تھا۔ مولانا نے فتویٰ جاری کر دیا کہ ہم نے انکی دختر شریفہ کو رقعہ دے کر ملک و قوم کی روایات اور دینی اقدار کا تمسخر اڑایا۔ ہمیں خطرے کی شدید بدبو محسوس ہونے لگی بالکل ایسی ہی جیسی گندے انڈوں کی بدبو ہوتی ہے۔ ہمارے محتاط اندازے کے مطابق مولانا کا فتویٰ ہماری سیاست، شہرت اور خوابوں کو چکنا چُور کر سکتا تھا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ زندگی میں پہلی بار ہمارا اندازہ درست نکلا۔ محلّے کے تمام افراد نے، جن میں شریف اور لفنگے تمام شامل تھے، مضافات کے تین محلّوں کے افراد کے ساتھ ملکر ہماری اتنی خاطر مدارت کی کہ تین دن بعد ہماری آنکھ ہسپتال میں کھلی۔ ایک خوب رو دوشیزہ نمانرس نے ہمیں بتایا کہ ہمارے ساتھ محلّے والوں نے عشق و محبت کی وہ داستان رقم کی ہے کہ ہمارے جسم میں موجود دو سو چھ ہڈیوں کو توڑ کر تین سو دو میں تبدیل کر دیا گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس محترمہ نے یہ بھی بتایا گیا ہمیں خون کی پانچ بوتلیں بھی لگی ہیں۔ تب ہمیں اندازہ ہوا کہ ہمارا سیاست میں مشہور ہونے کا خواب بھی ہمارے خون کے ساتھ زخموں کے راستے بہہ چکا تھا۔ تب سے لے کر آج تک ہم سکول میں بچوں کو پڑھا کر خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔

قوم کا قوال

خلافت تحریک کے زمانہ میں مولانا محمد علی جوہؔر، اقبالؔ کے پاس آئے اور لعنت ملامت کرتے ہوئے بولے ”ظالم تم نے لوگوں کو گرما کر ان کی زندگی میں ہیجان برپا کر دیا ہے، خود کسی کام میں حصہ نہیں لیتے“ اس پر اقبالؔ نے جواب دیا: ”تم بالکل بے سمجھ ہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مَیں تو قوم کا قوال ہوں۔ اگر قوال خود وجد میں آ کر جھومنے لگے تو قوالی ہی ختم ہو جائے گی۔“

موٹر میں کُتّے

فقیر سیّد وحید الدین کے ایک عزیز کو کتے پالنے کا بے حد شوق تھا۔ ایک روز وہ لوگ کتوں کے ہمراہ علامہ (اقبالؔ) سے ملنے چلے آئے، یہ لوگ تو اُتر کر اندر جا بیٹھے اور کتے موٹر ہی میں رہے۔ اتنے میں علامہ کی ننھی بچی منیرہ بھاگتی ہوئی آئی اور باپ سے کہنے لگی ”ابا ابا! موٹر میں کتے آئے ہیں“ علامہ نے احباب کی طرف دیکھا اور کہا ”نہیں بیٹا! یہ تو آدمی ہیں۔“

”اچھا ہے کچھ نہ کچھ رہے جاہل سے چھیڑ چھاڑ“

مولانا ذوالفقار علی خان گوہر

اے چشمِ ناز کر نہ میرے دل سے چھیڑ چھاڑ
کرتے نہیں غنی کبھی سائل سے چھیڑ چھاڑ
کیا کھیلتی ہے سر پر قضا تیری اے جنوں
کرتا ہے تُو جو خنجر قاتل سے چھیڑ چھاڑ
کیوں اے بہار غنچوں کا کھلوا رہی ہے منہ
اچھی نہیں ہے شور عنادل سے چھیڑ چھاڑ
کھائے گا تُو بھی منہ کی نہ چڑھ آبلوں کے منہ
اے خار کر نہ راہئے منزل سے چھیڑ چھاڑ
اے جذب شوق ضبط دل پرسکوں سے ڈر
مٹتے ہی موج کرتے ہیں ساحل سے چھیڑ چھاڑ
اے پائے شوق فتح یقینی ہے ایک دن
ہوتی یونہی رہی جو سلاسل سے چھیڑ چھاڑ
رکھ ان سے کچھ طبیب سے بھی اے جنون عشق
اچھا ہے کچھ نہ کچھ رہے جاہل سے چھیڑ چھاڑ
کیوں ہنس کے زخمِ دل پہ نمک ریزی جناب
مردانگی نہیں کہ ہو بسمل سے چھیڑ چھاڑ
ہے اس میں اک جہانِ تمنا نگاہِ ناز
اس دل سے چھیڑ چھاڑ ہے محفل سے چھیڑ چھاڑ
واعظ کے ساتھ الجھنے سے کیا فائدہ تمہیں
گوہر مفید ہوتی ہے عاقل سے چھیڑ چھاڑ
آئینہ رکھ لو سامنے پھر جان جاؤ گے
ہوتی ہے ایسی مد مقابل سے چھیڑ چھاڑ

”ابھی تو پاؤں میں کانٹے چبھے ہیں“

جمیلؔ مرصع پوری

نئے موسم کو کیا ہونے لگا ہے
کہ مٹی میں لہو بونے لگا ہے
کوئی قیمت نہیں تھی جس کی یارو
اب اس کا مول بھی ہونے لگا ہے
بہت مشکل ہے اب اس کو جگانا
وہ آنکھیں کھول کر سونے لگا ہے
جہاں ہوتا نہیں تھا کچھ بھی کل تک
وہاں بھی کچھ نہ کچھ ہونے لگا ہے
ہوا کا قد کوئی کس طرح ناپے
جسے دیکھو وہی کونے لگا ہے
ابھی تو پاؤں میں کانٹے چبھے ہیں
ابھی سے حوصلہ کھونے لگا ہے
نئی تہذیب دم توڑے گی اک دن
نہیں ہونا تھا جو ہونے لگا ہے

تم کو بھی آتشِ نمرود میں جلتا دیکھوں
چاہتا ہوں کہ تمہیں پھولتا پھلتا دیکھوں
مَیں تو پتھر ہوں پگھل جاؤں گا آنسو بن کر
تم کو بھی برف کی مانند پگھلتا دیکھوں
اپنی گستاخ نگاہی پہ خجل ہو جاؤں
اس کا محفل میں اگر رنگ بدلتا دیکھوں

چوہدری محمد علی مضطرؔ

’’متاعِ غیرت و ایماں کی ارزانی نہیں جاتی‘‘

فیض احمد فیض

کئی بار اس کا دامن بھر دیا حسن دو عالم سے
مگر دل ہے کہ اس کی خانہ ویرانی نہیں جاتی

کئی بار اس کی خاطر ذرے ذرے کا جگر چیرا
مگر یہ چشم حیراں جس کی حیرانی نہیں جاتی

نہیں جاتی متاع لعل و گوہر کی گراں یابی
متاع غیرت و ایماں کی ارزانی نہیں جاتی

مری چشم تن آساں کو بصیرت مل گئی جب سے
بہت جانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

سر خسرو سے ناز کج کلاہی چھن بھی جاتا ہے
کلاہ خسروی سے بوئے سلطانی نہیں جاتی

بجز دیوانگی واں اور چارہ ہی کہو کیا ہے
جہاں عقل و خرد کی ایک بھی مانی نہیں جاتی

’’حکایاتِ ستم ماں کا کلیجہ ہی چھپاتا ہے‘‘

کلام: امتہ الباری ناصر صاحبہ

دُعا دیتے ہیں لب اور لوریاں لہجہ سناتا ہے
مری ماں کے تکلم میں فرشتہ گنگناتا ہے

بدل کوئی نہیں اس کا ' خریدا جا نہیں سکتا
جو چین آغوشِ مادر میں کسی بچے کو آتا ہے

تڑپ کر جب بھی مولا کو شبِ غم میں پکارا ہے
تو ہالے میں دُعا کے ماں کا چہرہ یاد آتا ہے

نمازوں کا مزا لیتی ہوں مَیں اماں کی چادر پر
پگھل جاتا ہے دل ذوقِ عبادت کو بڑھاتا ہے

مَیں اپنے دِل کی ہر اک بات اپنی ماں سے کرتی تھی
حکایاتِ ستم ماں کا کلیجہ ہی چھپاتا ہے

بھری دنیا میں جب تنہائیاں مجھ کو ستاتی ہیں
مرے ماتھے کو ممتا کا تصور چوم جاتا ہے

جو خدمت ماں کی مجھ پر فرض تھی وہ کر نہیں پائی
یہ احساسِ زیاں تنہائی میں اکثر ستاتا ہے

دُعا ہے ربِّ رحماں جنت الفردوس میں رکھے
جہاں وہ ریشمی مسند پہ اپنوں کو بٹھاتا ہے

’’تم کو جتنی بھی شہرت ملے گی صرف میری بدولت ملے گی‘‘

کلام: انور مرزا پوری

مَیں تو سمجھا تھا جس وقت مجھ کو وہ ملیں گے تو جنت ملے گی
کیا خبر تھی رہ عاشقی میں ساتھ ان کے قیامت ملے گی

مَیں نہیں جانتا تھا کہ مجھ کو یہ محبت کی قیمت ملے گی
آنسوؤں کا خزانہ ملے گا چاک دامن کی دولت ملے گی

پھول سمجھے نہ تھے زندگانی اس قدر خوبصورت ملے گی
اشک بن کر تبسم ملے گا درد بن کر مسرت ملے گی

میری رسوائیوں پہ نہ خوش ہو میری دیوانگی کو دعا دو
تم کو جتنی بھی شہرت ملے گی صرف میری بدولت ملے گی

دل ہمارا نہ توڑو خدارا ورنہ کھو دو گے اپنا سہارا — ذرے ذرے میں اس آئینے کو تم کو اپنی ہی صورت ملے گی
ان کے رُخ سے نقاب آج اُٹھے گی ان نظاروں کی معراج ہو گی — ایک مدت سے آج اہلِ غم کو مسکرانے کی مہلت ملے گی
کیسے ثابت قدم وہ رہے گا اس کی توبہ کا کیا حال ہو گا — جس کو سنتے ہیں شیخ حرم سے مے کشی کی اجازت ملے گی

”میری ہی سوچ پاؤں کی زنجیر بن گئی“

کلام: سلیم بیتاب

چہرے پہ اس کے اشک کی تحریر بن گئی — وہ آنکھ میرے درد کی تفسیر بن گئی
میں نے تو یونہی راکھ میں پھیری تھیں انگلیاں — دیکھا جو غور سے تیری تصویر بن گئی
ہر سمت ہیں کٹی پڑی پھولوں کی گردنیں — اب کے صبا ہی باغ میں شمشیر بن گئی
اس کی نظر تو کہتی تھی پرواز کے لیے — میری ہی سوچ پاؤں کی زنجیر بن گئی
جس سمت وہ اُٹھی ہے ادھر مُڑ گئی حیات — اس کی نظر ہی گردشِ تقدیر بن گئی

”شعلے ہوئے بلند تو موسم بدل گیا“

کلام: چوہدری محمد علی مضطر

وہ بے ادب حدود سے باہر نکل گیا — سورج کو اس نے ٹوکنا چاہا تھا جل گیا
میرے لیے جلائی تھی اس نے چِتا مگر — شعلے ہوئے بلند تو موسم بدل گیا
مَیں سنگِ رہگزر تھا اکیلا پڑا رہا — طوفاں مرے قریب سے ہو کر نکل گیا
دھرتی کو کھا کے ساحلوں کو چاٹتا ہوا — نفرت کا سانپ کتنے سمندر نگل گیا
کس طرح اپنے آپ سے لڑتا مَیں چومکھی — غصہ کیا جو ضبط تو آنسو نکل گیا
نکلے تھے لوگ عہد کا یوسف خریدنے — بازار میں گئے تو ارادہ بدل گیا
ایوانِ شہرِ یار میں پھسلن تھی اس قدر — جو شخص بھی قریب سے گزرا پھسل گیا
گر وہ نہیں تو اس سے کئی اَور بھی تو ہیں — کالک جبینِ شہر پہ کوئی تو مَل گیا
کچھ دشتِ نینوائے ہوس بھی تھا ناشناس — کچھ تیر بھی شہادتِ عظمیٰ کا چل گیا
پھر یوں ہوا کہ دفعتہً بدلا ہوا کا رُخ — جس حادثے کا لوگوں کو خدشہ تھا، ٹل گیا
صوت وصدا کا سلسلہ کچھ تو ہوا بحال — صد شکر ہے کہ روح کا پتھر پگھل گیا
”آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی“ — موسم بھی سازگار ہے، سورج بھی ڈھل گیا
مضطرؔ! تم آدمی ہو تو ہے وہ بھی آدمی — دیکھو گے ایک دن کہ وہ گر کر سنبھل گیا

باتبصرہ خبریں

مذہبی نفرت

۲۵ جون کی رات کونشتر کالونی لاہور کے ایک مکان میں مذہبی نفرت میں ڈوبے ہوئے نقاب پوش جنونیوں نے خونی کھیل کھیلتے ہوئے احمدیہ جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک شخص قاضی محمد شعبان کو قتل کر دیا۔ان کا جرم سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ قاتل ان سے انکے نظریات وعقائد سے اختلاف کی وجہ سے شدید نفرت کرتے تھے۔تفصیلات کے مطابق قاضی محمد شعبان کے گھر رات کے وقت دو نقاب پوش داخل ہوئے،ایک نے محمد شعبان کی بیوی کے سر پر پستول رکھ کر اسے دوسرے کمرے میں بھیج دیا جہاں ان کی تین بیٹیاں موجود تھیں اور شعبان کے پیٹ میں تین گولیاں فائر کیں جو جان لیوا ثابت ہوئیں۔احمدیہ جماعت کے Spokesperson سلیم الدین نے اس واقع کی پرزور مذمت کرتے ہوئے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ انہیں قانون کے مطابق سخت سزا دی جائے۔انکا کہنا تھا:

Unfortunately the Stages and Mehrabs are being used to spread hate instead of peace and security, and throughout there are gatherings being held in the sacred name of Khatm e Nabuat to entice the public in doing oppression against the Ahmadies. He also said that the state institutions have not only failed in stopping hate speeches and writing against the Ahmadies, but their overlooking has increased the confidence of these extremists, which results in the innocent Ahmadies being devoid of their lives.

یوں تو وطن عزیز میں قتل وغارت کا بازار گرم ہے،مذہبی جنونیوں کے ہاتھوں نا صرف مسلمان کہلانے والوں کے جان و مال غیر محفوظ ہیں بلکہ تمام اقلیتوں کے بچے،بوڑھے،خواتین اور جوان قتل ہو رہے ہیں،جل رہے ہیں اور لٹ رہے ہیں مگر احمدیوں سے آئینی دشمنی نے جنونیوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔جس ملک کا آئین اپنے شہریوں سے امتیازی سلوک کرتا ہو وہاں مجرم دیدہ دلیری سے،بےخوف ہوکر آئین کی شہ پر آئینی مظلوموں پر ظلم کرنا اپنا آئینی فریضہ اور مذہبی حق سمجھتے ہیں۔

۲۵ جون کی رات پیش آنے والا دردناک واقع اس پہلو سے بھی اپنے اندر بربریت کا رنگ رکھتا ہے کہ قاضی محمد شعبان معذور بچوں کا اسکول چلا رہے تھے۔اس اسکول کو وسیع کرنے کا کام جاری تھا اسی زیر تعمیر عمارت کے راستے قاتل ان کے گھر میں داخل ہوئے تھے۔قاتلوں نے صرف ایک قتل نہیں کیا ہے بلکہ معذور بچوں کا مسیحا مار کر انہیں بھی زندہ درگور کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قاضی محمد شعبان اور دیگر مظلوموں کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم یہ دعا بھی کرتے ہیں ارباب اختیار کو آئین میں موجود سقم دور کرنے اور مظلوموں کی دادرسی کرنے کی توفیق دے اور ظالموں سے خود انتقام لے۔آمین

چوہدری نثار لوٹا ہیں؟

سابق وزیر قانون پنجاب رانا ثنا اللہ خاں جو سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ چوہدری افتخار کے کزن بھی ہیں نے چوہدری نثار خاں کو جو جنرل افتخار چوہدری کے بھائی ہیں کو لوٹا قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ چوہدری نثار وہ لوٹا ہے جو چوتھا الیکشن لڑ رہا ہے اور چوتھی جماعت سے لڑ رہا ہے۔انہوں نے لوٹوں یعنی بار بار سیاسی قبلہ بدلنے والوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سیاسی گفتگو سے پرہیز کریں۔

رانا ثناء اللہ کی اطلاع کے لیے عرض ہے۔چوہدری نثار پہلی مرتبہ ۲۸ فروری ۱۹۸۵ء کو ہونے والے غیر جماعتی انتخابات میں رکن اسمبلی منتخب ہوئے تھے۔۱۹۸۸ء کے انتخابات میں وہ اسلامی جمہوری اتحاد کے ٹکٹ پر اسمبلی ممبر بنے تھے۔۱۹۹۰ء میں بھی اسلامی جمہوری اتحاد ہی کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے تھے۔اسلامی جمہوری اتحاد دو برس بعد نواز شریف کو لیڈر بنا کر ٹوٹ گیا تھا اور اس اتحاد کی کہانی جنرل حمید گل نے لکھی تھی اور اسے ڈائریکٹ بھی کیا تھا۔اور چوتھی مرتبہ ۱۹۹۳ء میں بھی ن لیگ کے نام پر سیٹ جیتے تھے۔اور اب آزاد حیثیت سے انتخاب لڑ رہے ہیں۔یہ پہلا موقع ہے جب وہ نواز شریف سے الگ ہوئے ہیں۔اس لیے انہیں لوٹا نہیں کہا جا سکتا۔البتہ نواز شریف سو فیصد لوٹے ہیں۔۱۹۷۹ء میں نواز شریف تحریک استقلال کے ممبر تھے۔اور خود جناب رانا ثناء اللہ بھی لوٹے ہیں۔جناب نے بھی اپنا سیاسی سفر پاکستان پیپلز پارٹی کے زیر سایہ شروع کیا تھا۔پاکستان کے سیاستدانوں میں ایسا سیاستدان ڈھونڈنا جو لوٹا نہ ہو،ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں میں متقی ڈھونڈنا۔

ووٹ دینا حرام ہے

این اے ۱۸۴ میں ن لیگ کے بارلیش نامزد امیدوار ہارون سلطان بخاری نے کہا ہے کہ عورت کو ووٹ دینا حرام ہے۔ این اے ۱۸۴ ہی سے ان کی بھابھی زہرہ باسط بخاری ان کے مقابل انتخاب لڑ رہی ہیں۔

عورت کو ووٹ دینا یا عورت سے ووٹ لینا پاکستان میں متنازع مسئلہ ہے کچھ مولوی عورت کو ووٹ دینے اور لینے کی اجازت دیتے ہیں اور کچھ اسے حرام سمجھتے ہیں۔ گزشتہ دنوں خادم رضوی کو بتایا گیا کہ جو جماعت خواتین امیدوار نامزد نہیں کریں گی، وہ الیکشن نہیں لڑ سکتی۔ تو انہوں نے کہا کہ اس حرام شرط کو الیکشن جیتنے کے بعد ختم کر دیں گے۔ اور کہا کہ خواتین امیدوار لائیں گے مگر ان کے لیے انتخابی مہم مرد چلائیں گے۔ جماعت اسلامی نے لوئر دیر میں ۲۳ اپریل ۲۰۱۵ء کو ہونے والے ضمنی انتخاب میں خواتین کو ووٹ دینے کے حق سے مکمل طور پر محروم رکھا تھا۔ حلقہ پی کے ۹۵ لوئر دیر میں کل خواتین ووٹر کی تعداد ۵۳۸۱۷ تھی، ان میں سے کسی ایک خاتون نے ووٹ نہیں ڈالا۔ آخری مرتبہ ۱۹۷۷ء میں اس حلقہ میں تین خواتین نے ووٹ ڈالے تھے۔ جب ایک صحافی نے اس کی وجہ مولانا سراج الحق سے پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ خواتین اپنی مرضی سے ووٹ ڈالنے نہیں آئیں اور یہ ضروری نہیں کہ عورتیں ووٹ ڈالیں، انہیں اور بھی کام ہوتے ہیں، کھانا پکانا ہوتا ہے، بچوں کی دیکھ بھال کرنی ہوتی ہے، اپنے شوہر کے کام کرنے ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ پشتو روایت بھی ہے۔'' قارئین یہی مولانا کراچی کے حلقہ ۲۴۶ میں خواتین کے کنونشن میں خواتین کو انکے فرائض سے بے پرواہ کر کے تقریر سنا رہے تھے۔ جب اے این پی کے زاہد خان سے حلقہ پی کے ۹۵ لوئر دیر میں خواتین کے متعلق پوچھا گیا تو جواب ملا ''اگر اے این پی کی خواتین اس حلقہ میں ووٹ ڈالنے نکلتیں تو شام کو ہم اپنی خواتین کے جنازے اٹھاتے۔''

۱۹۸۹ء میں مولانا فضل الرحمان نے عورت کی حکمرانی کو حرام قرار دیا تھا مگر جب بے نظیر بھٹو حکمران بن گئیں تو ان سے اتحاد کر کے وزارت اور ڈیزل پرمٹ حاصل کر لیے تھے۔ حال ہی میں سنی اتحاد کونسل کے سربراہ حامد رضا نے فتویٰ دیا ہے کہ ختم نبوت ﷺ کے قانون میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے ن لیگ کو ووٹ دینا حرام ہے۔ مولانا عبدالصمد حیدری نے مجلس عمل کو ووٹ دینا حرام قرار دیا ہے اسی طرح اتحاد اہل السنّت والجماعت کے سربراہ مولوی عبدالسلام نے پی ٹی آئی کو ووٹ دینا ناجائز اور حرام ہے۔ ایک اور مولوی الیاس نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ مولانا فضل الرحمان نے تو ۲۰۱۳ء میں کہہ دیا تھا کہ عمران خان کو ووٹ دینا شرعاً حرام ہے۔

مولوی نوید بٹ صاحب جمہوری عمل کو حرام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''جس طرح کسی کو دھوکہ دینے کے لیے اپنا وکیل یا نمائندہ بناتا ہے تو یہ عقد شرعی طور پر حرام قرار پائے گا کیونکہ یہ عقد حرام عمل کو سرانجام دینے کے لیے کیا جارہا ہے۔ موجودہ جمہوری نظام میں ووٹ ڈالنے کا بھی یہی معاملہ ہے۔ پاکستان کے جمہوری نظام کے مطابق عوامی نمائندے قانون ساز اسمبلی میں جا کر قانون سازی کرتے ہیں جو کہ ایک حرام عمل ہے۔ ایسے میں ان کو اپنا نمائندہ بنانا یا اسمبلیوں تک پہنچانے کے لیے ان معاونت کرنا بھی حرام ہے۔ قانون سازی کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔ ان الحکم الا للہ۔ حکم تو صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔'' (خلافت میگزین۔ صفحہ ۶۔ شمارہ ۶۔ ۲۰۰۸ء)

معزز قارئین! اگر بغور دیکھا جائے تو سبھی مذہبی اور سیاسی پنڈتوں نے ووٹ لینا دینا حرام قرار دے دیا ہوا ہے لطف کی بات یہ ہے کہ اس حرام کو سبھی بہ رغبت کھا بھی رہے ہیں۔ اگر ہارون سلطان کی بھابھی ان کے مدمقابل نہ ہوتی تو وہ کبھی بھی فتویٰ نہ دیتے۔ عوام کو چاہیے جو بھی پارٹی یا امیدوار مذہب کو استعمال کرتے ہوئے فتویٰ بازی کرے اسے قطعاً ووٹ نہ دیں۔ کیونکہ

جہالت جو روگ تھا دل کے اندر — وہی مذہب ہمارا ہو گیا ہے

تُو مجھے کس کے بنانے کو مٹا بیٹھا ہے
مَیں کوئی غم تو نہیں تھا جسے کھا بیٹھا ہے
بات کچھ خاک نہیں تھی جو اڑائی تُو نے
تیر کچھ عیب نہیں تھا جو لگا بیٹھا ہے
میل کچھ کھیل نہیں تھا جو بگاڑا تُو نے
ربط کچھ رسم نہیں تھا جو گھٹا بیٹھا ہے
آنکھ کچھ بات نہیں تھی جو جھکائی تُو نے
رُخ کوئی راز نہیں تھا جو چھپا بیٹھا ہے
نام ارمان نہیں تھا جو نکالا تُو نے
عشق افواہ نہیں تھا جو اڑا بیٹھا ہے
لاگ کچھ آگ نہیں تھی جو لگا دی تُو نے
دل کوئی گھر تو نہیں تھا جو جلا بیٹھا ہے
رسم کاوش تو نہیں تھی جو مٹا دی تُو نے
ہاتھ پردہ تو نہیں تھا جو اُٹھا بیٹھا ہے

مضطر خیر آبادی

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on **020 3674 7909**

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk

Welcome to

ZheGerman

Not Just Different But Better

Meal Deals

Doner Kebab Meal

Doner Kebab with Fries
£7.99

Buy One Get One Free

11 inch Hamburg
£10.99

Lunch Meal Deal

Any 7inch Pizza with Drink
£3.99

Doner Kebab
£.5.99

Party Pizza
£.19.99

Sides - Fries
£.1.00

Our Menu Dishes

Delivery Starts Only After 5PM

http://zhegerman.co.uk

About Us

Order food online in Morden! It's so easy to use, fast and convenient. Try our new, online website which contains our entire takeaway menu. The Zhe German is located in Morden, London Borough Of Merton. You can now order online, all your favourite dishes and many more delicious options, and have them delivered straight to your door in no time at all.

Here at Zhe German we are constantly striving to improve our service and quality in order to give our customers the very best experience. As a result, we are finally proud to unveil and introduce our latest improvement, our new online ordering website! You can now relax at home and order your favourite, freshly prepared meals from Zhe German, online. You can even pay online!

Zhe German in Morden will always be offering great food at affordable prices. Please feel free to browse our new website and place your order online. Remember to check our new online ordering site to get up to date prices and exclusive special offers, limited to our online customers only! Thank you for visiting Zhe German in Morden, London Borough Of Merton. We hope you enjoy our online ordering website and your food.

Open 7 Days A Week
12.00 PM - 03.00 AM

Free Delivery
Minimu Order £10

Zhe German
63 St Helier Avenue,
Morden London
Borough Of Merton,
SM4 6HY